قبر کی زندگی پر مستند تحریر

قبر کی زندگی

مؤلف

علامہ محمد اقبال عطاری

ناشر

اکبر بک سیلرز لاہور

قبر کی زندگی پر مستند تحریر

قبر کی زندگی

مؤلف

علامہ محمد اقبال عطاری

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور Ph: 37352022

﴿جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں﴾

نام کتاب	.... قبر کی زندگی
مؤلف	.... علامہ محمد اقبال عطاری
کمپوزنگ	.... عبدالسلام (رائل پارک لاہور)
تعداد صفحات	 128
اشاعت	.... 2011ء
ناشر	.... محمد اکبر قادری
قیمت	.... -/120 روپے

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر
لاہور

انتساب

شیخ طریقت، رہبر شریعت، ریحانِ ملت، مردِ قلندر، آقائے نعمت، عاشق ماہِ رسالت
امیر اہلسنّت، پروانہ شمع رسالت، واقفِ اسرارِ حقیقت، عالمِ شریعت، عارفِ معرفت
پیر طریقت، محسن اہلسنّت، ولی باکرامت، رہبر ملت عاشق اعلیٰ حضرت (علیہ الرحمۃ)
نائب اعلیٰ حضرت، سیّدی ومرشدی، نائب غوث الاعظم
یادگارِ امام اعظم، پیکر علم وعمل، مولائی ملجائی وماوائی وآقائی
حضرت علامہ مولانا ابوالبلال

محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ

کے نام

کہ جن کی نگاہِ فیض سے سگِ عطار اس سعی میں کامیاب ہوا

حرزِ جاں شد گر قبول افتد

فہرست

عنوان	صفحے	عنوان	صفحہ
حیات النبی کے متعلق عقیدہ	۹	عذابِ قبر قرآن مجید سے ثابت ہے	۲۵
فصل اوّل	۱۱	آیت۸	۲۵
آیت نمبرا:	۱۱	فائدہ	۲۶
توضیح کے لیے ایک مثال	۱۲	آیت۹	۲۶
حدیث طیور خضر کا مطلب	۱۳	فائدہ	۲۷
ذہن میں پیدا ہونے والی اُلجھن کا ازالہ	۱۴	آیت۱۰	۲۷
آیت۲:	۱۷	فائدہ	۲۸
فائدہ	۱۷	آیت۱۱	۲۸
آیت۳	۱۸	فائدہ	۲۸
فائدہ	۱۹	فافهم فافهم ثم فافهم	۲۹
آیت۴	۲۰	آیت۱۲:	۳۰
فائدہ	۲۰	فائدہ	۳۰
آیت۵	۲۰	تنبیہ	۳۰
فائدہ	۲۱	آیت۱۳	۳۱
آیت۶	۲۱	فائدہ	۳۱
فائدہ	۲۲	آیت۱۴	۳۲
آیت۷	۲۳	فائدہ	۳۲
فائدہ	۲۳	آیت۱۵	۳۳

عنوان	صفحہ
فائدہ	۳۳
آیت ۱۶	۳۴
فائدہ	۳۴
آیت ۱۷	۳۵
فائدہ	۳۵
آیت ۱۸	۳۵
فائدہ	۳۵
آیت ۱۹	۳۶
آیت:۲۰	۳۶
آیت:۲۱	۳۶
آیت:۲۲	۳۶
فائدہ	۳۷
آیت:۲۳	۳۸
آیت:۲۴	۳۸
آیت:۲۵	۳۸
آیت:۲۶	۳۹
انتباہ	۳۹
فصل دوم	۴۱
آیت:۱	۴۱
آیت:۲	۴۲
آیت:۳	۴۲
آیت:۴	۴۳
آیت:۵	۴۳
فصلِ سوم	۴۴
حدیث:۱	۴۴
فائدہ	۴۴
حدیث:۲	۴۵
فائدہ	۴۶
حدیث:۳	۴۷
حدیث:۴	۴۸
فائدہ	۴۹
حدیث:۵	۵۰
فائدہ	۵۰
حدیث:۶	۵۰
حدیث:۷	۵۲
توضیح	۵۲
حدیث:۸	۵۳
فائدہ	۵۴
حدیث:۹	۵۴
حدیث:۱۰	۵۵
فائدہ	۵۶
حدیث:۱۱	۵۶
فائدہ	۵۷
حدیث:۱۲	۵۷

عنوان	صفحہ
فائدہ	۶۱
حدیث:۱۳	۶۲
فائدہ	۶۲
حدیث:۱۴	۶۲
حدیث:۱۵	۶۲
حدیث:۱۶	۶۳
فائدہ	۶۳
حدیث:۱۷	۶۳
فائدہ	۶۴
حدیث:۱۸	۶۴
فائدہ	۶۵
حدیث:۱۹	۶۵
فائدہ	۶۶
حدیث:۲۰	۶۷
فائدہ	۶۷
حدیث:۲۱	۶۸
حدیث:۲۲	۶۸
فائدہ	۶۸
حدیث:۲۳	۶۹
حدیث:۲۴	۷۱
فائدہ	۷۱
حدیث:۲۵	۷۲
فائدہ	۷۲
حدیث:۲۶	۷۳
فائدہ	۷۳
حدیث:۲۷	۷۴
فائدہ	۷۴
قبر کی زندگی پر دلالت کرنے والی احادیث شریفہ	۷۴
فائدہ	۷۷
فائدہ	۷۸
فائدہ	۷۹
فائدہ	۸۱
فائدہ	۸۲
فائدہ	۸۴
فائدہ	۸۵
جس گروہ سے ہمارا جنازہ اُٹھ جائے اسی کے قبرستان میں دفن کیا جائے	۸۶
جنازہ کی برکت سے یہودی مسلمان ہو گیا	۸۷
حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ نے غسل دینے کے بعد کلام کیا	۸۷
میت نے غسل کے وقت تسبیح پڑھی	۸۸
تسبیح کے لیے انگلیاں تختہ غسل پر ہلتی	

عنوان	صفحہ
رہیں	۸۸
بوقت غسل میت حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دونوں ہاتھ ناف پر باندھ لیے	۸۹
حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کی نعش ہوا میں بلند ہوتی گئی	۹۰
اللہ کے عاشق کی گفتگو	۹۰
دو مزید واقعات	۹۰
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاؤں مبارک سے خون نکل آیا	۹۱
چودہ سو برس بعد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کا جسد مبارک قبر سے	۹۳
صحیح حالت میں برآمد ہوا	۹۳
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جسم چودہ سو سال بعد بھی تروتازہ تھے	۹۳
ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی لاش سے تروتازہ خون کا بہنا	۹۳
غزوہ احد کے ایک شہید کو صحابہ کرام کا دیکھنا	۹۴
وعلیکم السلام اے عبداللہ کے باپ!	۹۴
شہدائے احد	۹۵
چالیس سال بعد زندگی کے آثار	۹۵
جیسے کل ہی دفن ہوئے ہوں	۹۶
زخم ابھی تازہ تھے	۹۶
ابھی سبز پودے بھی خشک نہ ہوئے تھے	۹۷
عم رسول سید الشہداء رضی اللہ عنہ کی لاش کا اعزاز	۹۸
چھ ماہ بعد زندگی کے آثار	۹۸
غزوۂ اُحد کے شہداء کے اجسام سے تازہ خون	۹۸
فرشتوں نے میت کو غسل دے دیا ہے	۹۹
میت پر فرشتوں نے سایہ کر دیا	۱۰۰
حضرت جبریل علیہ السلام نمازِ جنازہ میں	۱۰۱
قبر میں سے تلاوت کی آواز	۱۰۲
خوبصورت چہرہ، خوشبودار بدن	۱۰۲
مٹی مشک بن گئی	۱۰۴
ایک شہید صحابی	۱۰۵
قدرت کا حیرت انگیز کرشمہ	۱۰۵
۱۳ سو سال بعد بھی دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کی مقدس نعشیں تروتازہ ہیں	۱۰۵
محکمہ تعمیرات کی رپورٹ اور دوبارہ خواب	۱۰۶
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عالی محبت کا اظہار	۱۰۷
دنیا کے اس بازار سے واپسی	۱۰۸
آنکھوں کے ڈاکٹر اور ہزاروں لوگوں کا اسلام	۱۰۹

عنوان	صفحہ
حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی قبر سے خوشبو	۱۱۰
حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کا جسد اطہر	۱۱۱
مدفن میں فرشتوں کا ہجوم	۱۱۲
چل اپنے رب کی طرف	۱۱۲
ننھی مخلوق کے ذریعہ جسد صحابی رسول ﷺ کی حفاظت	۱۱۳
حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کی لاش خراب نہ ہوتی	۱۱۴
حضرت حنظلہ ابن ابی عامر رضی اللہ عنہ غسیل الملائکہ بدن کا خوشبودار ہونا	۱۱۵
قبر نور سے بھر گئی	۱۱۶
حضرت شیخ محمد بن سلیمان جزولی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے خوشبو	۱۱۷
حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کفن صحیح سالم اور بدن تازہ رہا	۱۱۸
نور ہی نور اور میت کی پرواز	۱۱۸
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا	۱۱۸
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں قبر سے آواز تلاوت	۱۱۹
حضرت ثابت بنانی کا قبر میں نماز پڑھنا	۱۱۹
اللہ کے نیک بندے قبر میں بھی تلاوت قرآن کرتے ہیں	۱۱۹
شہداء کی قبر سے تلاوت کی آواز	۱۲۰
مردے کا سنہری حروف والا قرآن پڑھنا	۱۲۰
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر خوشبو سے معطر	۱۲۰
حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ اور دیدار مصطفی ﷺ	۱۲۲
پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دیدار مصطفی ﷺ	۱۲۳
امام اہل سنت اور دیدار مصطفی ﷺ	۱۲۴
غازی علم دین شہید اور دیدار مصطفی ﷺ	۱۲۵

حیات النبی کے متعلق عقیدہ

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد الانبیاء والمرسلین اما بعد!

امام اہل سنت مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عقیدہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''حضرات انبیاء کرام صلوٰت اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم حیات وممات ہر حالات میں طاہر وطیب ہیں بلکہ ان کے لیے موت محض تصدیق اور وعدہ الٰہیہ کے بموجب ایک آن کے لیے آتی ہے پھر وہ ہمیشہ کے لیے حیاتِ حقیقی دنیوی روحانی وجسمانی کے ساتھ زندہ ہو جاتے ہیں جیسا کہ اہلِ سنت وجماعت کا عقیدہ ہے اسی لیے ان کا کوئی وارث نہیں ہوتا''۔ (عربی سے اُردو ترجمہ)

(فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۲۰۲ طبع جدید)

مزید ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام حیاتِ حقیقی دنیوی اور روحانی وجسمانی سے زندہ ہیں۔ اپنے مزاراتِ طیبہ میں نماز پڑھتے ہیں، روزی دیے جاتے ہیں، جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں، زمین وآسمان کی سلطنت میں تصرف فرماتے ہیں''۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۱۰۶ طبع قدیم)

مندرجہ بالا دونوں اقتباس سے یہ بات واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام کے لیے اہل سنت وجماعت یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ اپنی قبر انور میں زندہ و سلامت ہیں۔ حصول لذت کے لیے نماز پڑھتے ہیں، رزق بھی پاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عطاء

سے جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں اور تمام کائنات پر حکومت وتصرف رکھتے ہیں۔

اور یہ عقائد موجودہ یا گزشتہ صدی میں معرضِ وجود میں نہیں آئے بلکہ تمام متقدمین ومتاخرین وائمہ دین بھی انہی عقائد کے حامل تھے۔

جیسا کہ گیارہویں صدی ہجری کے مجدد حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

''باوجود اس بات کے کہ امت کے علماء میں (کئی مسائل میں) اختلافات ہیں اور بہت سارے مذاہب (فرقے) ہیں لیکن اس مسئلہ میں کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حقیقی زندگی کے ساتھ ہمیشہ کے لیے دائم اور باقی ہیں اور اُمت کے اعمال پر حاضر وناظر ہیں' اس میں نہ تو مجاز کا شائبہ ہے اور نہ ہی کسی قسم کی تاویل کا وہم ہے''۔

(فارسی سے اُردو ترجمہ: سلوک اقرب السبل بالتوحید بر حاشیہ اخبار الاخیار ص ۱۵۵)

ایک دوسری جگہ رقم طراز ہیں کہ:

''انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات وزندگی کا ثبوت علماء اُمت کا اجماعی مسئلہ ہے' اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں' اس لیے کہ انبیاء کرام کی زندگی شہداء اور مجاہدین کی زندگی سے زیادہ کامل اور قوی تر ہے' ان کی زندگی تو معنوی اور اخروی ہے مگر انبیاء کی زندگی حسی اور دنیوی زندگی ہے۔ اس بارے میں احادیث وآثار وارد ہیں''۔ (فارسی سے ترجمہ: مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۷۷)

مندرجہ بالا عبارات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ انبیاء کرام کی زندگی کے بارے میں علماء اُمت کا کوئی اختلاف نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور دنیوی وحقیقی زندگی کے ساتھ حیات ہیں۔ اور یہ معلوم ہوا کہ منکرین حیات الانبیاء گیارہویں صدی ہجری تک نہ تھے بلکہ بعد میں رونما ہوئے ہیں۔

آیئے اب قرآن وحدیث سے ان عقائد کے متعلق کچھ دلائل ملاحظہ کیجیے!

فصل اوّل

آیت نمبر ۱:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ط بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ o (آل عمران: ۱۶۹، پ ۴)

ترجمہ: "اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیے گئے، ان کو مردہ مت خیال کر بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے پروردگار کے مقرب ہیں، ان کو رزق ملتا ہے"۔

ان دونوں آیتوں میں واضح الفاظ میں مقتولین فی سبیل اللہ کو زندہ کہا گیا ہے اور یہی عالم قبر کی زندگی ہے، چونکہ مقتول روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے، لہٰذا یہ حیات بھی روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کو حاصل ہے، کیونکہ قرآن کہتا ہے: جو قتل ہوئے وہی زندہ ہیں اور ظاہری طور پر قتل کا فعل جسد پر وارد ہوتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں جسد عنصری کی حیات کو نمایاں طور پر بیان کیا گیا ہے اور ولکن لا تشعرون بھی جسد عنصری کی حیات پر صادق آتا ہے، کیونکہ جسد عنصری کی حیات ہمارے حواس سے بالاتر ہے اور اہل اشاعت حیاۃ شہداء کی جو تشریح کرتے ہیں کہ ان کی ارواح کو سبز رنگ کے پرندوں میں رکھ کر ان کو جنت میں بھیج دیا گیا ہے۔ اب وہ جنت میں رہتے ہیں، کھاتے ہیں پیتے ہیں اور سیر و سیاحت کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس حیات پر ولکن لا تشعرون صادق نہیں آتا۔ کیونکہ یہ حیات تو شعور میں آنے والی ہے اور قرآن ایسی حیات بیان کرتا ہے جو شعور میں آنے والی نہیں ہے اور قرآن ایسی حیات بیان کرتا ہے جو شعور میں آنے والی نہیں ہے اور وہ جسد عنصری کی حیات ہے۔

باقی رہی حدیث طیور خضر جس سے اہل اشاعت استدلال کرتے ہیں تو یہ حدیث مذکورہ بالا آیات کی تشریح اور تفسیر تو بن سکتی ہے، لیکن اس کے لیے ناسخ کسی صورت میں بھی نہیں بن سکتی۔ اور تشریح کی صورت یہ ہے کہ حیاتِ شہداء کے دو پہلو ہیں۔ ایک حیاتِ جسمانی کا پہلو اور ایک حیاتِ روحانی کا پہلو۔ حیاتِ جسمانی کے پہلو کو قرآن مجید میں نمایاں کر کے بیان کیا گیا ہے۔ اور حیاتِ روحانی کے پہلو کو حدیث میں نمایاں طور پر بیان کیا گیا۔ پس قرآن و حدیث کے مجموعے سے مقتولین فی سبیل اللہ کے روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کی حیات ثابت ہوئی، اگر بالفرض بقول اہل اشاعت حدیث طیور خضر کو لے کر صرف اور صرف حیاتِ روحانی کا عقیدہ قائم کر کے حیات جسمانی کا بالکل انکار کر دیا جائے۔ تو یہ حدیث مذکورہ بالا دونوں آیتوں کی ناسخ بن جائے گی۔ کیونکہ آیات میں مقتول فی سبیل اللہ کو زندہ کہہ کر حیاتِ جسمانی کو نمایاں طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اب اگر ہم شہداء کی حیاتِ جسمانی کا یکسر انکار کر دیں تو حدیث طیور خضر آیاتِ مذکورہ کے لیے ناسخ قرار پائے گی، حالانکہ حدیث طیور میں آیاتِ قرآنیہ کی ناسخ بننے کی قطعاً طاقت نہیں ہے۔

توضیح کے لیے ایک مثال

بندہ عاجز نے جو یہ عرض کیا ہے کہ قرآن مجید سے جو حیاتِ جسمانی نمایاں طور پر ثابت ہوتی ہے تو وہ برحق اور واجب التسلیم ہے۔ اور حدیث پاک سے جو حیاتِ روحانی ثابت ہوتی ہے وہ بھی برحق اور واجب التسلیم ہے۔ قرآن و حدیث دونوں اپنے مقام پر سچے ہیں ان میں کسی قسم کا تعارض اور تضاد نہیں ہے۔ اور نہ ہی کسی ایک کی نفی کی ضرورت ہے۔ اب اس حقیقت کو واضح کرنے کے لیے ایک مثال آپ کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝ (الاحزاب ۳۳ پ ۲۲)

آیت مذکورہ میں اہل بیت سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات ہیں اور ان ہی کو قرآن میں اہل بیت کہا گیا ہے۔ کیونکہ پیچھے سلسلہ کلام میں وہی مخاطب ہیں اور یٰنساء النبی میں بھی انہی کو خطاب کیا گیا ہے۔ لیکن مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۸ میں بحوالہ مسلم شریف، سعد ابن وقاص رضی اللہ عنہ وسیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے یہ روایت موجود ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما اور ان کے والدین رضی اللہ عنہم پر اپنی چادر مبارک ڈال کر فرمایا: (اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا o) اور دوسری روایت میں ہے: ''اللّٰھم ھؤلاء اھل بیتی'' ادھر قرآن مجید میں تو اہل بیت ازواجِ مطہرات کو کہا گیا اور ادھر حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرات حسنین کریمین اور ان کے والدین پر اپنی چادر مبارک ڈال کر فرمایا: (اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا o) اور یہ اہلِ بیت ہیں۔ لیکن اہل سنت والجماعت کے نزدیک قرآن وحدیث میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ اور نہ ہی کسی ایک کو لے کر دوسرے کی نفی کرنے کی ضرورت ہے بلکہ قرآن وحدیث دونوں سچے اور برحق ہیں یعنی ازواج مطہرات بھی اہل بیت ہیں اور حسنین کریمین اور ان کے والدین رضی اللہ عنہم بھی اہلِ بیت ہیں۔ البتہ ازواجِ مطہرات کا اہل بیت ہونا قرآن سے ثابت ہے اور ان حضرات کا اہل بیت ہونا حدیث سے ثابت ہے۔ لیکن رافضی حدیث تطہیر کو لے کر آیت تطہیر کا انکار کرتے ہیں بعینہٖ مسئلہ حیات میں قرآن وحدیث کے مجموعے سے روح وجسد عنصری کے مجموعہ کی حیات ثابت ہے اور یہی طریقہ اہل سنت والجماعت کا ہے اور حدیث طیور خضر کو لے کر مقتول فی سبیل اللہ کی حیات کا انکار کر دینا رافضیوں کا طریقہ کار ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک

حدیث طیور خضر کا مطلب

مسلم جلد نمبر ۲ ص ۱۳۵ میں جو یہ حدیث مروی ہے کہ شہداء کے روح سبز رنگ کے

پرندوں کے جوف میں ہیں‘ اور وہ جنت میں سیر و سیاحت کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہداء کرام سے انسانی شکل و صورت چھین لی ہے‘ اور اب سبز رنگ کے پرندوں کے روپ میں ہیں‘ کیونکہ شکل انسانی تمام شکلوں سے افضل و اعلیٰ اور برتر ہے‘ کیونکہ ارشادِ ربانی ہے: (لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ) اور (وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ ......) میں بھی یہی کچھ بتایا گیا ہے اور انسان ہی اشرف المخلوقات ہے‘ لہٰذا شکلِ انسانی کو مسخ کر کے ان کو پرندوں کی شکل دینا شہداءِ کرام کا اکرام نہیں ہے۔

بلکہ اس سے تو عقیدہ تناسخ کی تائید ہوتی ہے جبکہ اسلام کی رو سے عقیدۂ تناسخ باطل ہے۔ بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شہداء کرام کے ارواح کو جنت میں سیر و سیاحت کے لیے جو سواریاں عطاء فرماتا ہے‘ ان کی شکل سبز رنگ کے پرندوں کی ہوتی ہے‘ جیسا کہ عالمِ دنیا میں ہمارے حجاج کرام جن ہوائی جہازوں میں سوار ہو کر حج کو جاتے ہیں‘ ان کی شکل مچھلی کی ہوتی ہے۔ اور مچھلی کی شکل والے جہاد میں بیٹھنے والا حاجی صاحب مچھلی نہیں بن جاتا‘ بلکہ وہ بصورتِ انسان اس میں سوار ہوتا ہے‘ البتہ اس کی سواری‘ ہوائی جہاز مچھلی کی شکل کی ہوتی ہے۔ بعینہٖ اسی طرح ارواحِ شہداء کرام اپنی انسانی شکل و صورت میں جنت کے ایسے ہوائی جہازوں میں بیٹھ کر سیر و سیاحت کرتے ہیں جن کی شکل سبز رنگ کے پرندوں کی ہے۔

ذہن میں پیدا ہونے والی اُلجھن کا ازالہ

حدیث طیور خضر کا جب مطلب واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ شہداء کرام کو سبز رنگ کے پرندوں کی شکل میں ہوائی جہاز سیر و سیاحت کے لیے عطاء فرماتا ہے جن میں بصورتِ انسان بیٹھ کر جنت کی سیر کرتے ہیں اور جنت کے باغات کے پھل فروٹ کھاتے ہیں۔ اور چشموں کا پانی پیتے ہیں اور خوشحال رہتے ہیں تو اس حدیث سے ان کا جنت میں رہنا ثابت ہوتا ہے اور ادھر آیاتِ قرآنیہ مذکورہ بالا سے ان کی قبر کی زندگی ثابت ہوتی ہے پس جنت کی سیر و سیاحت اور قبر کی زندگی بیک وقت کیسے تصور کی جا سکتی ہیں؟ تو اس

اُلجھن اور اس قسم کے عذابِ قبر کے متعلق پیدا ہونے والی تمام اُلجھنوں کا اصولی جواب تو یہ ہے کہ عالمِ قبر ایک الگ جہان ہے جس کے حالات و کوائف عالمِ دنیا سے مختلف ہیں جیسے کہ عالمِ آخرت ایک اور جہان ہے اور اس کے حالات و کوائف ان دونوں جہانوں سے مختلف ہیں' لہٰذا ایک عالم کے حالات کو کسی دوسرے عالم پر قیاس کرنا خود غلط ہے اور عذابِ قبر کے متعلق تمام تر شبہات اس بنیادی اور اصولی غلطی پر مبنی ہیں۔ لہٰذا ایک مسلمان کو بحیثیت مسلمان ہونے کے عالمِ قبر کی ساری کارروائی کو قرآن وحدیث کے فرمودات کے مطابق من وعن تسلیم کرنا ضروری ہے اور یہی ایمان بالغیب کی حقیقت ہے' اس قسم کے موقع ومحاذ پر قرآن وحدیث کی بیان کردہ حقیقت کو اوّلیت دے کر عقل کو اس کے تابع کر دینا ایک مسلمان کا نصب العین ہے جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کی زندگی اور کارروائی کی وضاحت فرمادی ہے تو اس پر بھی اعتقاد ضروری ہے اور اسی طرح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ارواح کے لیے جنت کی سیر وسیاحت بیان فرمائی ہے تو وہ بھی برحق ہے' دونوں چیزیں صحیح ہیں۔

کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت اور طاقت سے باہر نہیں ہے' عقلی شبہات سے مرعوب ہو کر کارروائی کا انکار کر دینا یا پھر ''ناروا'' تاویلات کے ذریعہ ایک شرعی حقیقت کی اصلی صورت کو مسخ کر دینا کوئی دانشمندانہ اقدام نہیں ہے بلکہ الحاد اور زندقہ کا ایک چور دروازہ ہے۔ یقین جانیے کہ عقلی شبہات سے ڈر کر کتاب وسنت کی بیان کردہ عذابِ قبر کی اصلی صورت کو ناجائز تاویلوں کے ذریعہ مسخ کر دینے سے نہ تو اشاعت توحید ہوگی اور نہ ہی اشاعت سنت ہوگی بلکہ اس طریقہ واردات سے تو اشاعۃ الالحاد والضلالۃ ہی ہوگی۔

لہٰذا عامۃ المسلمین کو قبر وآخرت کو من وعن بلا کسی ناروا تاویل کے تسلیم کرنا چاہیے اور شبہات سے ڈرنا بھی چاہیے اور شبہات میں پڑنا بھی نہیں چاہتے۔ اور عقل کو شریعت کے تابع رکھنا چاہیے۔ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت کے پاس نکیرین آتے ہیں۔ اس کو بٹھا کر بٹھاتے ہیں اور تین سوال کرتے ہیں۔ اگر مردہ صحیح جواب دیتا

ہے تو اس کی قبر کو جنت کا باغ بنا دیا جاتا ہے اور مردہ قیامت تک آرام و سکون میں رہتا ہے اور اگر مردہ صحیح جواب نہیں دیتا تو اس کی قبر کو جہنم کا گڑھا بنا دیا جاتا ہے اور وہ قیامت تک عذاب اور تکلیف میں رہتا ہے۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سچ اور حقیقت ہے، اسی طرح اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روح کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ وہ جنت کی سیر و سیاحت کرتا ہے اور وہاں کے پھل فروٹ کھاتا ہے تو وہ بھی سچ اور حقیقت ہے، ان میں سے نہ تو کسی ایک کا انکار کرنا ہے اور نہ ہی کسی کی ناجائز تاویل سے شکل و صورت مسخ کرنی ہے، اس عالم کی جو کارروائی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہے اور جس طرح بتائی ہے وہ سب کی سب برحق اور صحیح ہے نہ عقل سلیم کے خلاف ہے اور نہ ہی اس کی قدرت اور قانون سے بعید ہے اور ایک مجرم کو چاہے وہ جس حالت میں بھی ہے سزا دینا اللہ تعالیٰ کا قانون بھی ہے اور اس کی قدرت بھی۔

بعض لوگ قانون و قدرت کو دو متضاد حقیقتیں سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ کیونکہ حضرت انسان (روح اور جسد کا مجموعہ) نیک ہے یا بد ہے اور اس نیک یا بد انسان کو عالم قبر میں جزاء و سزا دینا اللہ تعالیٰ کے قانون عدل کا عین تقاضا اور قدرت الٰہی کا مظہر ہے۔

تو میں عرض کرتا ہوں کہ احوط و اسلم اور محفوظ راستہ یہ ہے کہ عقلی شبہات اور اشکالات کو پس پشت ڈال کر عالم قبر کی تمام کارروائیوں کو تسلیم کر کے خاموش ہو جانا چاہیے۔ لیکن بدقسمتی سے مخالفین اسلام کا ہمیشہ سے یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ کتاب و سنت کے بیان کردہ حقائق کو شکوک و شبہات اور اشکالات و وساوس کے ذریعہ رد کرنے کی کوشش کرتے چلے آرہے ہیں اور علماء کرام بھی ہمیشہ سے ان کے تمام شبہات و وساوس کا دلائل و براہین سے قلع قمع کرتے چلے آرہے ہیں۔

مندرجہ ذیل اکابر علماء نے اپنی اپنی تصانیف میں خواب کی مثال دی ہے تاکہ

لوگوں کو یہ بات سمجھنا آسان ہو جائے کہ عالم قبر کی ساری کارروائی روح اور جسد عنصری کے مجموعہ پر کس طرح وارد ہوتی ہے۔

(۱) حجۃ الاسلام الامام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی، احیاء علوم الدین ص ۱۰۵ ج ۴

(۲) علامہ ابن قیم جوزی، کتاب الروح ص ۸۸۔۸۹

(۳) امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۴

(۴) مفتی محمد شفیع، احکام القرآن ج ۴ ص ۱۰۵، معارف القرآن ج ۵ ص ۲۳۷

(۵) الامام شرف الدین نووی، شارح مسلم ج ۲ ص ۳۸۶

(۶) محمد منظور نعمانی لکھنوی، معارف الحدیث ج ۱ ص ۱۸۸

دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کو جنت میں جانے کا حکم دیا' یعنی اس کی قبر کو جنت کا باغ بنا دیا گیا اور اس برزخی جنت میں حبیب شہید نے جو بات کہی' اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآن مجید میں نقل کیا۔ معارف القرآن جلد نمبر ۷ ص ۳۷۵ ملخصاً' شہید ہو جانے کے بعد اس شخص نے اپنی قبر یعنی برزخی جنت سے جو بات کہی' وہ قرآن کریم میں منقول ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ شخص قبر میں زندہ ہے اور اس کی یہ زندگی ہمارے فہم و شعور سے بالاتر ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس شخص کی زندگی کی اطلاع دی ہے' جس پر ایمان لانا ضروری ہے اور قبر کی یہ زندگی اس شخص کے روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کو حاصل ہے کیونکہ عالم قبر میں اس شخص نے ایک بات کہی اور بات کرنے کے لیے زبان کی ضرورت ہے' اور زبان جسد کا آلہ ہے۔ پس جب ثابت ہو گیا ہے (يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ) والا جملہ روح اور جسد دونوں سے صادر ہوا تو حیاتِ برزخی بھی روح اور جسد دونوں کے لیے ثابت ہو گئی۔

نیز (قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ) میں قال کا فاعل ھو ضمیر ہے جو کہ پیچھے رجل کی طرف راجع ہے یعنی (جَآءَ مِنْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى .....) اور رجل کا اطلاق روح اور جسد کے مجموعہ پر ہوتا ہے' پس ثابت ہو گیا کہ (يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ) روح اور جسد کے مجموعہ کا مقولہ ہے۔

لہٰذا اس آیت سے ثابت ہوا کہ اس شخص کو عالم قبر میں جو حیات حاصل ہوئی ہے وہ روح اور جسد دونوں کے مجموعہ کو حاصل ہے۔

آیت ۳

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○

(النحل ۹۷ پ ۱۴)

ترجمہ: "جو شخص کوئی نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ

صاحب ایمان ہو تو ہم اس شخص کو بالطف زندگی دیں گے اور ان کے اچھے کاموں کے عوض میں ان کا اجر دیں گے"۔

فائدہ

اس آیت میں جمہور مفسرین کے نزدیک حیاتِ طیبہ سے مراد دنیا کی پاکیزہ اور بالطف زندگی اور بعض ائمہ تفسیر نے اس سے آخرت کی زندگی مراد لی ہے۔

(معارف القرآن ج ۵ ص ۳۸۶)

اور بعض دیگر مفسرین کرام نے حیاتِ طیبہ سے قبر کی زندگی مراد لی ہے، دیکھئے: تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۸۲، تفسیر عثمانی ص ۳۶۸، حاشیہ جلالین ص ۲۲۵۔

مولوی شبیر احمد عثمانی کے حاشیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حیاتِ طیبہ سے تینوں عالموں (دنیا، آخرت، قبر) کی زندگی مراد ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: بہرحال مؤمن قانت کی پاک اور مزہ دار زندگی یہیں سے شروع ہو جاتی ہے، قبر میں پہنچ کر اس کا رنگ اور زیادہ نکھر جاتا ہے، آخر انتہاء اس حیاتِ طیبہ پر ہوتی ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے:

حیات بلا موت وغنی بلا فقر و صحة بلا سقم و ملك بلا هلك وسعادة بلا شقاوة۔ (تفسیر عثمانی ص ۳۶۸)

الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ اس آیت طیبہ سے عالم قبر سمیت ہر عالم کی حیاتِ طیبہ صالحین کے لیے ثابت ہوگئی، نیز اس آیت پاک سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ حیاتِ طیبہ روح اور جسد عنصری دونوں کو حاصل ہوتی ہے کیونکہ (مَنْ عَمِلَ صَالِحًا) سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حیاتِ طیبہ عمل صالح کرنے والوں کو حاصل ہوتی ہے اور عمل صالح کرنے میں جسد روح کا شریک کار ہوتا ہے لہٰذا حیاتِ طیبہ میں بھی جسد روح کا شریک ہے، نیز مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حیاتِ طیبہ صالحین کی دونوں صنفوں یعنی مرد و عورت دونوں کو حاصل ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى کا اطلاق روح اور جسد کے مجموعہ پر ہوتا ہے لہٰذا قبر کی یہ پاکیزہ زندگی روح اور جسد دونوں کے لیے ثابت ہوئی۔

آیت۴

الَّذِیۡنَ تَتَوَفّٰهُمُ الۡمَلٰٓئِکَةُ طَیِّبِیۡنَ یَقُوۡلُوۡنَ سَلٰمٌ عَلَیۡکُمُ ادۡخُلُوا الۡجَنَّةَ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ۝ (النحل:۳۲'پ۱۴)

ترجمہ: ''جن کی روح فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ پاک ہوتے ہیں' وہ کہتے جاتے ہیں: السلام علیکم! تم جنت میں چلے جانا اپنے اعمال کے سبب''۔

فائدہ

اکثر مفسرین کے نزدیک ادخلوا الجنة کا حکم قیامت کے دن ہوگا اور بعض مفسرین کے نزدیک پاکیزہ زندگی گزارنے والوں کو مرنے کے بعد فوراً یہ حکم دیا جاتا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ' بایں صورت کہ ان کی قبر کو جنت کا باغ بنا دیا جاتا ہے۔

چنانچہ تفسیر مدارک میں ہے:

ویجوز ان یومر بالدخول حین توفی علی ان القبور روضته من ریاض الجنة۔ (منقول از حاشیہ جلالین ص ۲۱۸)

یعنی یہ جائز ہے کہ اس کو مرتے وقت جنت میں داخل ہونے کا حکم دے دیا جائے کیونکہ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ (کما جاء فی الحدیث)

اس تفسیر کے مطابق یہ آیت قبر کی زندگی کی دلیل ہے کیونکہ طیبین یعنی پاکیزہ زندگی گزارنے والوں سے مراد روح اور جسد کا مجموعہ ہے لہٰذا فرشتوں کا یہ سلام اور مرنے کے بعد جنت کا داخلہ بھی دونوں کو نصیب ہوگا۔ اس آیت کو مفتی محمد شفیع نے احکام القرآن ج ۴ ص ۸۴ میں قبر کی زندگی کی دلیل قرار دیا ہے۔

آیت۵

حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الۡمَوۡتُ قَالَ رَبِّ ارۡجِعُوۡنِ ۝ لَعَلِّیۡۤ اَعۡمَلُ

صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۖ إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا ۖ وَمِن وَرَائِهِم بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ○ (المؤمنون:۹۹-۱۰۰ پ۱۸)

ترجمہ: ''یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی پر موت آتی ہے، اس وقت کہتا ہے کہ اے میرے رب! مجھ کو پھر واپس بھیج دیجئے تاکہ جس کو میں چھوڑ آیا ہوں اس میں نیک کام کروں، ہرگز نہیں! یہ ایک بات ہے جس کو یہ کہے جا رہا ہے اور ان لوگوں کے آگے ایک آڑ ہے قیامت کے دن تک''۔

فائدہ

تمام مفسرین کرام نے آیاتِ مذکورہ بالا کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ بوقت موت ہر مرنے والے کو اپنا ٹھکانہ دوزخ یا بہشت دکھایا جاتا ہے اور قبر میں پیش آنے والے دُکھ یا سکھ کے حالات بھی اس کو دکھائے جاتے ہیں اور عالم برزخ کی چیزیں اس کو اس وقت نظر آنے لگتی ہیں۔ پس کافر اور مجرم آئندہ پیش آنے والے حالات کو دیکھ کر گھبرا اُٹھتا ہے اور درخواست کرتا ہے کہ اے اللہ! مجھے دنیا میں واپس بھیج دے تاکہ میں نیک عمل کر کے عالم برزخ کی سزا سے بچ سکوں۔ لیکن اس کو مہلت نہیں دی جاتی بلکہ موت کے فوراً بعد جزاء وسزا کا سلسلہ شروع کر دیا جاتا ہے، پس ان آیات سے ثابت ہوا کہ مرنے کے بعد فوراً جزاء وسزا کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور اسی جزاء وسزا کو شریعت کی اصطلاح میں عذاب قبر سے تعبیر کیا جاتا ہے چونکہ ہو قائلہا میں واپسی کی درخواست کرنے والا روح اور جسد کا مجموعہ ہوتا ہے، لہٰذا مرنے کے بعد سزا بھی روح اور جسد کے مجموعہ کو دی جاتی ہے۔

آپ جس تفسیر میں بھی چاہیں اس آیت کا مطلب دیکھ لیں، وہی کچھ آپ کو ملے گا، جو کچھ بندہ عاجز نے لکھا ہے۔

آیت ۶

اَلنَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا ۖ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ قف أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ ○ (المومن ۴۶ پ۲۴)

ترجمہ: ''وہ لوگ صبح و شام آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں اور جس روز قیامت قائم ہوگی، فرعون والوں کو نہایت سخت آگ میں داخل کرو''۔

فائدہ

مفسرین کرام کے نزدیک اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ موت کے بعد اور قیامت سے پہلے یعنی عالم قبر و برزخ میں آلِ فرعون کو آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور جب قیامت قائم ہوگی تو آل فرعون کو سخت عذاب میں داخل کر دیا جائے گا اور موت کے بعد اور قیامت سے پہلے میت کو جو عذاب دیا جاتا ہے اس کو عذابِ قبر سے تعبیر کیا جاتا ہے اسی لیے تمام مفسرین کرام نے اس آیت کو عذابِ قبر یعنی قبر کی زندگی کی دلیل قرار دیا ہے۔

نیز اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ عذاب اور سزا روح اور جسد دونوں کو دی جاتی ہے کیونکہ آل فرعون سے مراد ارواحِ مجردہ نہیں ہیں، بلکہ روح اور جسد کا مجموعہ مراد ہے، دراصل قرآن مجید میں آل فرعون پر تین عذابوں کے وارد ہونے کا ذکر ہے۔

(۱) (اَغْرَقْنَا اٰلَ فِرْعَوْنَ......) یعنی ہم نے آلِ فرعون کو غرق کر دیا، یہ عذاب عالمِ دنیا کا ہے۔

(۲) (اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْھَا......) یعنی آلِ فرعون آگ پر پیش کیے جاتے ہیں، یہ عذاب عالمِ قبر و برزخ کا ہے۔

(۳) (یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ) یعنی حکم ہوگا کہ قیامت کے دن آلِ فرعون کو نہایت سخت عذاب میں داخل کر دو، یہ عالم آخرت کا عذاب ہے۔

اور ان تینوں عذابوں میں اللہ تعالیٰ نے آل فرعون کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ عالمِ دنیا میں آل فرعون روح اور جسد سمیت پانی میں غرق ہوئے اور قیامت کے دن بھی آلِ فرعون اور روح و جسد سمیت نارِ جہنم میں داخل کیے جائیں گے۔ اسی اصول کے تحت عالم قبر و برزخ میں بھی روح اور جسد سمیت آلِ فرعون پر آگ پیش کی جاتی ہے

پس ثابت ہوا کہ یہ آیت بھی قبر کی زندگی کی دلیل ہے کیونکہ مردہ کا دُکھ وسکھ کو محسوس کرنا اس کی حیات کی علامت ہے۔ فافهم هذا هو المرام۔

نیز امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری ج ۱ ص ۱۸۳ میں اور علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے التذکرہ ص ۱۵۲ میں، اور علامہ ابن قیم نے کتاب الروح ص ۱۰۵ میں اور علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح فقہ اکبر ص ۱۰۱ میں، اور مفتی محمد شفیع نے حاشیہ احکام القرآن ج ۴ ص ۸۵ میں اس آیت کو عذابِ قبر یعنی قبر کی زندگی کی دلیل قرار دیا ہے۔

آیت ۷

مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ۝ (نوح ۲۵ پ ۲۹)

ترجمہ: ''اپنے ان ہی گناہوں کے سبب غرق کیے گئے پھر دوزخ میں داخل کیے گئے اور خدا کے سوا ان کو کچھ حمایتی میسر نہ ہوئے''۔

فائدہ

قوم نوح علیہ السلام سیلاب میں غرق ہوتے ہی فوراً آگ میں داخل کر دی گئی اور موت کے بعد قیامت تک مردہ کو جو سزا یا جزاء دی جاتی ہے اس کو عذابِ قبر کہا جاتا ہے لہٰذا اس آیت سے عذابِ قبر یعنی قبر کی زندگی ثابت ہوئی، اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عالمِ برزخ وقبر کی یہ سزا روح اور جسد دونوں کو شامل ہے کیونکہ اُغْرِقُوْا اور اُدْخِلُوْا میں ھم ضمیر موجود ہے اور قومِ نوح کی طرف راجع ہے، چونکہ قوم نوح روح اور جسد سمیت سیلاب میں غرق ہوئی لہٰذا آگ میں بھی روح اور جسد سمیت داخل ہوئی، ویسے قوم نوح کا اطلاق ارواحِ مجردہ پر نہیں ہوتا بلکہ روح اور جسد دونوں پر ہوتا ہے۔ لہٰذا عالم قبر و برزخ کی کارروائی میں روح اور جسد دونوں شریک ہیں۔ چنانچہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

فادخلوا نارا اى عالم البرزخ المسمى بالقبر فانه روضة من

رياض الجنة او حضرة من حضرات النار فهذه الآية دليل على اثبات عذاب القبر لان الفاء للتعقيب وصيغة ادخلوا للمبعي فلانا للمعتزله وغيرهم من اهل الهواء۔

ترجمہ: ''غرق ہونے کے بعد فوراً آگ میں داخل کر دیئے گئے یعنی عالم برزخ میں جس کو قبر بھی کہا جاتا ہے کیونکہ قبر جنت کے باغوں میں سے باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے' پس یہ آیت عذاب قبر کی دلیل ہے''۔

اس لیے کہ ''ف'' تعقیب کے لیے ہے اور ادخلوا ما فی کا صیغہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد فوراً آگ میں داخل کر دیئے گئے' البتہ معتزلہ وغیرہ اہل ھوا فرقے عذاب قبر کا انکار کرتے ہیں اور اس آیت کی تاویل کرتے ہیں پھر قاضی صاحب ان کی تاویلات ذکر کر کے ان کی تردید فرماتے ہیں:

وهذه التويلات حمل على المجاز فلا يجوز بلا دليل كيف وقد دلت من الاحاديث مالا يخفى على عذاب القبر وانعقد عليه اجماع السلف۔ (تفسیر مظہری جلد ۱۰ص ۷۷)

ترجمہ: بلا دلیل اور ناروا تاویلات کر کے آیت کو مجاز پر محمول کرنا جائز نہیں ہے جبکہ بے شمار احادیث عذاب قبر پر دلالت کرتی ہے اور اسی پر سلف صالحین کا اجماع منعقد ہو چکا ہے۔

اور پھر اسی مقام پر قاضی صاحب نے چند احادیث ذکر بھی کی ہیں' جن سے عذاب قبر یعنی قبر کی زندگی بھی ثابت ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ جزاء و سزا روح اور جسد دونوں کو حاصل ہوتی ہے' جس کا جی چاہے تفسیر مظہری کا مطالعہ کرے۔ اور مولوی شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: بظاہر پانی میں ڈبائے گئے فی الحقیق برزخ کی آگ میں پہنچ گئے۔ (تفسیر عثمانی ص ۷۵۸) اور مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں: یہ متضاد عذاب کے ڈوبے پانی میں اور نکلے

آگ میں حق تعالیٰ کی قدرت سے کیا بعید ہے اور ظاہر ہے کہ جہنم کی آگ تو مراد نہیں کیونکہ اس میں داخلہ تو قیامت کے حساب کتاب کے بعد ہوگا' یہ برزخی آگ ہے جس میں داخل ہونے کی قرآن کریم نے خبر دی ہے۔

عذابِ قبر قرآن مجید سے ثابت ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عالمِ برزخ یعنی قبر میں رہنے کے زمانہ میں بھی مردوں پر عذاب ہوگا' اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ جب قبر میں بدعمل کو عذاب ہوگا تو نیک عمل والوں کو ثواب ونعمت بھی ملے گی۔ احادیث صحیحہ میں قبر کے اندر عذاب وثواب ہونے کا بیان' اس کثرت اور وضاحت سے آیا ہے کہ انکار نہیں کیا جاسکتا' اس پر اُمت کا اجماع اور اس کا اقرار اہل سنت والجماعت کی علامت ہے۔ معارف القرآن ج ۸ ص ۵۶۷' اس آیت کو مفتی دیوبندی نے احکام القرآن ج ۴ ص ۸۵ پر بھی قبر عذاب یعنی قبر کی زندگی کی دلیل قرار دیا ہے۔

بہر حال ثابت ہو گیا کہ یہ آیت بھی قبر کی زندگی اور اس کی جزاء وسزا کی ایک مستقل دلیل ہے' جیسا کہ مفسرین اور علماء محققین کے بیان سے واضح ہو چکا ہے۔

آیت ۸

وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓىٕكَةُ بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْهِمْۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْؕ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ○ (الانعام ۹۳ پ ۷)

ترجمہ: "اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جبکہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے ہاں اپنی جانیں نکالو آج تم کو ذلت کی سزا دی جاوے گی اس سبب سے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمہ جھوٹی باتیں بکتے تھے اور تم اللہ تعالیٰ کی آیات سے تکبر کرتے تھے"۔

فائدہ

یہ آیت پاک بتلا رہی ہے کہ ملائکہ جب ظالموں کی روح قبض کرتے ہیں تو ان کو کہتے ہیں کہ تمہیں آج کے دن ذلت کا عذاب دیا جائے گا کیونکہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمہ جھوٹی باتیں بکتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی آیات سے تکبر کرتے تھے، پس اس آیت سے عذاب قبر اور قبر کی زندگی ثابت ہوئی کیونکہ موت کے بعد سے قیام قیامت تک مردہ کو جو سزا دی جاتی ہے اس کو عذاب قبر کہتے ہیں کہ عالم برزخ وقبر کی یہ سزا روح وجسد دونوں کو دی جاتی ہے کیونکہ آیت میں ظالمین کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، جس سے روح اور جسد کا مجموعہ مراد ہے۔

علامہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

الیوم المراد به الزمان الممتد من وقت الاماتته الى مالا نهاية له۔ (تفسیر مظہری ج ۳ ص ۲۶۹)

یعنی الیوم (آج کے دن) موت سے لے کر لانہایۃ تک غیر محدود وقت مراد ہے۔

اور علامہ ابن قیم نے کتاب الروح ص ۱۰۵ میں اس آیت کو عذاب قبر کی زندگی کی دلیل قرار دیا ہے۔

آیت ۹

وَلَوْ تَرٰى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ (الانفال: ۵۰ پ ۱۰)

ترجمہ: "اور اگر آپ دیکھیں جبکہ فرشتے ان کافروں کی جان قبض کرتے جاتے ہیں ان کے منہ پر اور ان کی پشتوں پر مارتے جاتے ہیں کہ آگ کی سزا جھیلنا"۔

فائدہ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ کافرین کی روح قبض کرتے وقت ملائکہ ان کے منہ اور پشتوں پر مارتے ہیں اور کہتے ہیں: (ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ٥) یعنی آگ کی سزا جھیلنا۔ اس سے عالم برزخ و قبر کی سزا مراد ہے' چنانچہ علامہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: لھذا بیان

لعذابهم في عالم البرزخ......وقال ابن عباس يقولون لهم ذلك بعد الموت۔ (تفسیر مظہری ج۴ ص۱۰۱)

ترجمہ: اس میں عالمِ برزخ کے عذاب کا ذکر ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فرشتے ان کو ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ٥ موت کے بعد کہتے ہیں۔

اور شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: اس لیے راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ عالم برزخ کا ہو۔ (تفسیر عثمانی ص ۲۴۳)

پس یہ ثابت ہوا کہ یہ آیت بھی عذابِ قبر و برزخ یعنی قبر کی زندگی کی دلیل ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ برزخ و قبر کی یہ سزا روح اور جسد دونوں کو ہوتی ہے کیونکہ فرشتے جن کے منہ اور پشتوں کو مارتے ہیں ان کو کہتے ہیں: آگ کی سزا جھیلنا' چونکہ بوقت موت جو سزا کافروں کو دی جاتی ہے' اس میں روح اور جسد دونوں شریک ہیں جس پر (وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ......) دلالت کر رہے ہیں' اسی طرح موت کے بعد والی سزا بھی دونوں کو ملتی ہے۔

آیت ۱۰

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ٥ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ٥ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ٥ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ٥ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ٥ (النبا: ۱تا۴ پ۳۰)

ترجمہ: یہ لوگ کس چیز کا حال دریافت کرتے ہیں اس بڑے واقعہ کا حال:

دریافت کرتے ہیں جس میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں ہرگز ایسا نہیں'
ان کو ابھی معلوم ہو جاتا ہے پھر ہرگز ایسا نہیں ان کو ابھی معلوم ہو جاتا ہے''۔

فائدہ

اس آیت میں کَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ کا تکرار ہے' جس کا معنی ہے: ہرگز ایسا نہیں۔ ان کو ابھی معلوم ہو جاتا ہے' مفسرین نے لکھا ہے کہ پہلے کا تعلق قبر سے ہے اور دوسرے کا تعلق قیامت سے ہے' یعنی ان کافروں کو اپنا انجام قبر میں بھی معلوم ہو جائے گا اور قیامت میں بھی معلوم ہو جائے گا' دیکھئے: تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۱۷۲۔

پس کفار کا موت کے بعد اپنی قبروں میں پہنچ کر اپنے انجام کو معلوم کر لینا ان کی حیاتِ قبر اور عذابِ قبر کی دلیل ہے لہٰذا یہ آیت بھی قبر کی زندگی اور قبر کی جزاء و سزا کی دلیل ہے۔ سرائیکی زبان میں جو یہ کہا جاتا ہے کہ ''آسن قبراں تیں پوسن خبراں'' شاید اس آیت کا خلاصہ ہو پس اس دوسری تفسیر کے مطابق یہ آیت بھی عذابِ قبر اور قبر کی زندگی کی دلیل ہے چونکہ قیامت والا عذاب روح اور جسد دونوں کے لیے ہوگا' لہٰذا قیامت سے پہلے والا عذاب بھی ان دونوں کو ہوگا۔

نیز ظالمین کا اطلاق بھی روح اور جسد کے مجموعہ پر ہوتا ہے' لہٰذا یہ سزا بھی مجموعہ کو ہوگی۔

آیت ۱۱

قَالُوْا یٰوَیْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ (یٰسین: ۵۲' پ ۲۳)

ترجمہ: ''کہیں گے: اے خرابی ہماری کس نے اٹھا دیا ہم کو ہماری نیند کی جگہ سے یہ وہ ہے جو وعدہ کیا تھا رحمٰن نے اور سچ کہا تھا پیغمبروں نے''۔

فائدہ

اس آیت میں قبر کو مرقد یعنی خوابگاہ اور آرام گاہ کہا گیا ہے اور جہاں تک تعلق ہے مومنین کی قبروں کا تو وہ یقیناً خوابگاہ اور آرامگاہ اور جنت کے باغ ہیں۔ کما قال

النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

یہ ہی وجہ ہے کہ فوت شدہ بزرگان کو بایں الفاظ دعا دی جاتی ہے' نور اللہ مرقدہ' یا یوں کہتے ہیں' مرقد اقدس وغیرہ' تو بہر حال فرمانبرداروں کی قبر تو بے شک خوابگاہ بھی ہے اور آرامگاہ بھی' لیکن نافرمانوں کی اور کافروں کی قبروں کو کیسے مرقد' خوابگاہ کہا جا سکتا ہے جبکہ ان کو تو قبروں میں عذاب ہوتا ہے اور سزا ملتی ہے۔ حالانکہ مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا کہنے والے کفار ہیں تو مفسرین نے اس سوال کے کئی جواب دیئے ہیں۔ ایک جواب یہ ہے کہ کفار کا یہ کہنا کہ نفخہ ثانیہ کے بعد ہوگا کیونکہ بین النفختین کفار سے عذاب اٹھالیا جائے گا اور ان پر خواب کی سی کیفیت طاری ہوگی۔

پس نفخہ ثانیہ کے بعد جب وہ قبروں سے اٹھیں گے مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا یعنی ہم آرام میں تھے کس نے ہمیں آرام گاہ سے اٹھا دیا؟ اس جواب سے معلوم ہوا کہ کفار قیامت تک قبروں میں عذاب ہوتا ہے' البتہ نفخہ اولیٰ سے نفخہ ثانیہ تک عذاب ہٹا دیا جائے گا اسی وجہ سے وہ اپنی قبروں کو مرقد کہیں گے۔ اس جواب اور اس تفسیر کے مطابق اس آیت سے عذاب اور راحت دونوں ثابت ہوئے۔ ھذا ھو المراد۔

اور ایک جواب یہ بھی ہے کہ کفار قبروں میں معذب رہتے ہیں' ان کو سزا ملتی رہتی ہے لیکن قیامت کا عذاب اتنا سخت ہوگا جب کفار اس کو دیکھیں گے تو ان کو قبروں کا عذاب بھول جائے گا بلکہ قبریں ان کو آرام گاہ نظر آئیں گی۔ پس اسی وجہ سے وہ اپنی قبروں کو مرقد کہیں گے' بہر حال اس جواب اور تفسیر کے مطابق بھی کفار کے لیے عذابِ قبر ثابت ہی ہوتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انہی قبروں میں جہاں جسد مدفون ہیں اور جہاں سے مردے اٹھیں گے عذاب اور ثواب ہوتا ہے تو اس سے جسد کا معذب و منعم ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔

فافہم فافہم ثم فافہم

واضح رہے کہ مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا کفار کا مقولہ ہے اور قرآن مجید میں اس کو

بلانکیر و بلاتردید نقل کیا گیا ہے'لہٰذا اب بحیثیت کلام اللہ کے قابل احتجاج ہے اور یہی حکم اَحۡیَیۡتَنَا اثۡنَتَیۡنِ کا ہے'آپ آیت مذکورہ کا مطلب معلوم کرنے کے لیے جس تفسیر کی طرف بھی رجوع فرمائیں گے'یہی کچھ پائیں گے۔

آیت ۱۲:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَوَلَّوۡا قَوۡمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیۡهِمۡ قَدۡ یَئِسُوۡا مِنَ الۡاٰخِرَةِ کَمَا یَئِسَ الۡکُفَّارُ مِنۡ اَصۡحٰبِ الۡقُبُوۡرِ ۝

(الممتحنہ:۱۳'پ۲۸)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ تعالیٰ نے غضب فرمایا ہے کہ وہ آخرت سے ایسے ناامید ہو گئے ہیں جیسا کفار جو قبروں میں ناامید ہوں گے''۔

فائدہ

اس آیت کی مفسرین کرام نے دو تفسیریں بیان کی ہیں'ایک یہ کہ یہود آخرت سے ایسے ناامید ہو چکے ہیں'جیسے کافر قبر والوں سے ناامید ہو چکے ہیں کہ وہ قبروں سے اُٹھ کر ان کے پاس واپس نہیں آئیں گے اور ایک دوسری تفسیر یہ ہے کہ قبروں والے کافر عذاب قبر کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو چکے ہیں'چنانچہ شبیر احمد عثانی نے یہ دونوں تفسیریں بیان فرمائی ہیں'یعنی منکروں کو توقع نہیں کہ قبر سے کوئی اُٹھے گا اور پھر دوسری زندگی میں ایک دوسرے کو ملیں گے'یہ کافر بھی ویسے ہی ناامید ہیں۔

تنبیہ

بعض مفسرین کے نزدیک من اصحاب القبور کفار کا بیان ہے'یعنی جس طرح کافر جو قبر میں پہنچ چکے ہیں'وہاں کا حال دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور خوشنودی سے بالکلیہ مایوس ہو چکے ہیں'اسی طرح یہ کافر بھی آخرت کی طرف سے مایوس ہیں'یہ تفسیر عثمانی ص ۳۱۷ اور تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۳۵۶' میں دونوں تفسیریں بیان کی گئی ہیں اور تفسیر مظہری

ج۹ ص ۲۶۹ میں بھی یہ دونوں تفسیریں منقول ہیں اور تفسیر بغوی ج ۴ ص ۳۳۶ میں دونوں تفسیریں بیان کی گئی ہیں اور بیان القرآن ص ۱۰۶۰، مطبوعہ تاج کمپنی اور تفسیر جلالین ص ۴۵۸ میں صرف آخری تفسیر بیان کی گئی ہے اور اسی آخری تفسیر کے مطابق یہ آیت قبر کی زندگی کی دلیل ہے، کیونکہ کفار قبروں میں عذابِ قبر دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہوجاتے ہیں عذاب کو محسوس کرنا زندگی کی علامت ہے۔

آیت ۱۳

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ (الحج:۵۸ پ۱۷)

ترجمہ: ”اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا وطن چھوڑا پھر وہ لوگ قتل کیے گئے یا مر گئے، اللہ تعالیٰ ضرور ان کو ایک عمدہ رزق دے گا اور یقیناً اللہ تعالیٰ سب دینے والوں سے اچھا ہے“۔

فائدہ

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کو قبر کی زندگی کی دلیل قرار دیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

واما من قتل فی سبیل اللہ من مهاجر او غیر مهاجر فانه حی عند ربه یرزق کما قال اللہ تعالٰی (وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ) والاحادیث فی هذا کثیرة کما تقدم واما من توفی فی سبیل اللہ من مهاجر او غیر مهاجر فقد تضمنت هذه الآیة الکریمة مع الاحادیث الصحیحة اجراء الرزق علیه وعظیم احسان اللہ الیه.

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۳۱)

ترجمہ: لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیا گیا خواہ وہ مہاجر ہو یا غیر مہاجر، پس وہ زندہ ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں، اس کا رزق ملتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ) اس معاملہ میں احادیث تو بہت ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکی ہیں اور لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں فوت ہوں خواہ مہاجر ہو یا غیر مہاجر، پس یہ آیت بمع احادیث صحیحہ کے دلالت کرتی ہے کہ مرنے کے بعد اس کا رزق جاری رہتا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم بھی جاری رہتا ہے۔

اور آگے امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے چند حدیثیں بھی نقل کی ہیں، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں وفات پانے والوں کو مرنے کے بعد قبر میں بھی رزق حسنہ ملتا رہتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ رزق روح اور جسد کے مجموعہ کو نصیب ہوتا ہے، کیونکہ جسد رزق کھانے کا ذریعہ ہے۔

آیت ۱۴

وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ۝ (القمر:۳۸ پ۲۷)

ترجمہ: ''اور صبح سویرے ہی ان (قومِ لوط) پر عذابِ دائمی آ پہنچا''۔

فائدہ

اس آیت میں عذابِ مستقر سے مراد دائمی عذاب ہے جو کہ یہاں سے شروع ہوا اور قیامت تک ہمیشہ ہوتا رہے گا اور موت سے لے کر قیامت تک کے عذاب کو عذابِ قبر کہتے ہیں، لہٰذا یہ آیت بھی عذابِ قبر کی دلیل ہے چونکہ قومِ لوط پر یہ عذاب روح اور جسد عنصری کے مجموعہ پر نازل ہوا اور پھر ہمیشہ جاری رہا ہے تو ثابت ہوا کہ موت کے بعد بھی یہ عذاب روح اور جسد عنصری دونوں پر ہمیشہ کے لیے وارد ہو رہا ہے۔ قاضی ثناء اللہ صاحب نے بھی اس آیت کو عذابِ قبر کی دلیل قرار دیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

ای یستقیر بھم بعد الموت حتی یسلمھم الی النار المؤبدۃ۔

(تفسیر مظہری ج ۹ ص ۱۴۱)

یعنی مرنے کے بعد عذاب قبر ان پر مسلسل برقرار رہے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہمیشہ والی آگ کے سپرد کرے گا۔

نیز مندرجہ ذیل مفسرین کرام نے بھی اس آیت سے دائمی اور قیامت تک مسلسل عذاب مراد لیا ہے: تفسیر خازن ج ۴ ص ۲۰۵، تفسیر مدارک ج ۴ برحاشیہ خازن ص ۲۰۵، تفسیر بیضاوی ص ۴۰۷، تفسیر جلالین ص ۴۴۲، تفسیر بغوی ج ۴ ص ۲۶۳، تفسیر روح المعانی ج ۱۴ ص ۱۳۸۔

آیت ۱۵

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝ (السجدہ: ۲۳، پ ۲۱)

ترجمہ: ”اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تھی، سو آپ اسکے ملنے میں کچھ شک نہ کیجیے اور ہم نے اس کو بنی اسرائیل کے لیے موجب ہدایت بنایا تھا“۔

فائدہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی لہذا آپ اس کی ملاقات میں شک نہ کریں، لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس کی ملاقات کس سے؟ چنانچہ حضرات مفسرین کرام نے اس کی مختلف تفسیریں بیان فرمائی ہیں، مثلاً:

(۱) موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات شب معراج میں آپ سے ہوئی، آپ اس میں شک نہ کریں گی۔

(۲) موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات اپنے رب سے ہوئی، آپ اس میں شک نہ کریں۔

(۳) جس طرح موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی، اس طرح آپ کو بھی کتاب مل رہی ہے، آپ شک نہ کریں۔

(۴) جس طرح موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی، اسی طرح آپ کو بھی کتاب مل رہی ہے۔
(۵) تبلیغ دین کے سلسلہ میں موسیٰ علیہ السلام کو تکلیفیں ملی ہیں، اسی طرح آپ کو بھی تکلیفیں ملیں گی، آپ اس میں شک نہ کریں۔

پہلی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور صاحب جلالین اور صاحب خازن نے صرف اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی تفسیر ان حضرات کے نزدیک راجح ہے، دیکھئے: تفسیر جلالین ص ۳۵۰، تفسیر خازن ج ۳ ص ۴۷۹۔ اس کے علاوہ دوسرے مفسرین نے اس تفسیر کے ساتھ ساتھ دوسرے اقوال بھی نقل کیے ہیں، بہرحال اس پہلی تفسیر کے ساتھ ساتھ دوسرے اقوال بھی نقل کیے ہیں، بہرحال اس پہلی تفسیر کے مطابق یہ آیت عالم قبر کی زندگی کی دلیل ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں لیکن شب معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سے ملاقات ہوئی، معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام قبر میں زندہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خطاب کیا گیا کہ شک نہ کریں، مقصد دوسرے لوگوں کو تنبیہ کرنا ہے کہ وہ اس میں شک نہ کریں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہر قسم کے شک وشبہات سے پاک تھی۔

آیت ۱۶

اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی ۝ ثُمَّ اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی ۝ (القیامۃ: ۳۴۔۳۵، پ ۲۹)

ترجمہ: "تیری کم بختی پر کم بختی آنے والی ہے، پھر تیری کم بختی پر کم بختی آنے والی ہے"۔

فائدہ

اس میں اولیٰ لک یعنی اے مجرم! تیری ہلاکت وبربادی کا چار دفعہ تکرار کیا گیا ہے، پہلی ہلاکت موت کے وقت، دوسری ہلاکت قبر میں، تیسری ہلاکت محشر میں اور چوتھی ہلاکت جہنم میں۔ (تفسیر مدارک ج ۴ ص ۲۳۷، معارف القرآن ج ۸ ص ۶۱۸)

پس یہ آیت بھی عذاب قبر یعنی قبر کی زندگی کی دلیل ہے۔

آیت ۱۷

اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ۝ (النباء:۴۰،پ۳۰)

ترجمہ: ''ہم نے تم کو نزدیک آنے والے عذاب سے ڈرایا جس دن ہر شخص ان اعمال کو دیکھ لے گا جو اس نے اپنے ہاتھوں سے کیے ہوں گے اور کافر کہے گا: کاش! میں مٹی ہو جاتا''۔

فائدہ

اس آیت کی دو تفسیریں ہیں، ایک یہ کہ عذاب قریبی سے قیامت کا عذاب مراد ہے اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ عذاب قریبی سے مراد عذاب قبر ہے، اس تفسیر کے مطابق یہ آیت عذاب قبر یعنی قبر کی زندگی کی دلیل ہے۔ دیکھئے تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۱۸۳، معارف القرآن ج ۸ ص ۶۵۹۔

آیت ۱۸

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝ (یوسف:۱۰۱،پ۱۳)

ترجمہ: ''آپ میرے کارساز ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، مجھ کو پوری فرمانبرداری کی حالت میں دنیا سے اٹھا اور مجھ کو خاص بندوں میں شامل کر دیجئے''۔

فائدہ

یہ آیت بھی قبر کی زندگی کی دلیل ہے، کیونکہ اگر مرنے کے بعد کسی قسم کی حیات نہیں ہے تو نیک بندوں میں شامل ہونے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ واضح رہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے نیک بندوں میں شامل ہونے کی یہ دعا اپنی ذات کے لیے مانگی ہے یعنی روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کے لیے نہ کہ صرف اور صرف روح کے لیے لہٰذا اس آیت سے معلوم

ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام روح اور جسد دونوں کے ساتھ موت کے بعد صالحین کے زمرہ میں شامل ہوئے پس یہ آیت ان کی اور صالحین کی قبر کی حیات کی دلیل ہے۔

آیت ۱۹

اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝ (الحجر:۹۶ پ۱۴)

ترجمہ: ''یہ لوگ جو ہنستے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود قرار دیتے ہیں ان سے آپ کے لیے ہم کافی ہیں سو ان کو ابھی معلوم ہو جاتا ہے''۔

یعنی شرک اور مذاق کرنے والوں کو ابھی ابھی یعنی موت کے وقت اور قبر میں اور حشر میں اور جہنم میں اپنا انجام بد اور سزا معلوم ہو جائے گی۔

آیت: ۲۰

حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَ اِمَّا السَّاعَةَ ؕ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضْعَفُ جُنْدًا ۝ (مریم:۷۵ پ۱۶)

ترجمہ: ''یہاں تک کہ جس چیز کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے جب اس کو دیکھ لیں گے خواہ عذاب کو خواہ قیامت کو سو ان کو معلوم ہو جاوے گا کہ برا مقام کس کا ہے اور کمزور مددگار کس کے ہیں''۔

آیت: ۲۱

وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ۝ (الصّٰفّٰت:۱۷۵ پ۲۳)

ترجمہ: ''اور ان کو دیکھتے رہیے سو عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے''۔

آیت: ۲۲

فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ؕ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝ (الزخرف:۸۹ پ۲۵)

ترجمہ: ''تو آپ ان سے بے رخ رہیے اور یوں کہہ دیجیے کہ تم کو سلام کرتا ہوں سو ان کو ابھی معلوم ہو جائے گا''۔

اشرف علی تھانوی دیوبندی لکھتے ہیں: ابھی مرتے ہی معلوم ہو جائے گا۔

(بیان القرآن)

فائدہ

مذکورہ بالا چاروں آیتیں نمبر ۴۸ کی طرح عذابِ قبر کی دلیلیں ہیں کیونکہ ان سب آیات میں یہ فرمایا گیا ہے کہ کفار کو عنقریب اپنا انجامِ بد معلوم ہو جائے گا اور وہ اپنی سزا کو جان لیں گے بلکہ دیکھ لیں گے کہ موت کے وقت بھی جان لیں گے، قبر میں بھی جان لیں گے، حشر میں بھی جان لیں گے، جہنم میں بھی جان لیں گے، الغرض! ہر مقام پر کفار اپنی سزا کو جان لیں گے اور اپنے انجامِ بد کو دیکھ لیں گے جس طرح یہ آیتیں حشر و جہنم کی حیات و عذاب کی دلیلیں ہیں، اس طرح حیاتِ قبر اور عذابِ قبر کی بھی دلیلیں ہیں۔

بندہ عاجز ہیچمدان، ان مذکورہ بالا بائیس سے زائد آیات پر اکتفاء کرتا ہے، اہل علم اگر تلاش کریں تو اس سے مزید کی بھی توقع ہے، مذکورہ بالا آیات میں سے اکثر آیات تو عذابِ قبر اور حیاتِ قبر پر نص صریح ہیں، سوائے عذابِ قبر کے کسی دوسری تفسیر کا احتمال نہیں رکھتیں اور بعض آیات ایسی ہیں جن کی مختلف تفسیریں ہیں جن میں عذابِ قبر کے ساتھ دوسرے احتمال کو بھی بیان کیا گیا ہے، لیکن وہ سب اقوال جمع ہو سکتے ہیں کیونکہ ان میں کسی قسم کا تضاد نہیں، مثلاً سَوْفَ يَعْلَمُوْنَ کی تفسیر میں موت کا عذاب، قبر کا عذاب، حشر کا عذاب، جہنم کا عذاب سب مراد لیے جا سکتے ہیں کیونکہ ان اقوال میں تعارض نہیں ہے البتہ بہت کم بعض ایسی تفسیریں بھی ہیں جن کو جمع نہیں کیا جا سکتا لیکن بندہ عاجز نے وہاں عذابِ قبر والی تفسیر کو اختیار کیا ہے لیکن کوئی حضرت اس تفسیر کو قیل وغیرہ کے کلمات کی وجہ سے مرجوح قرار دینے کی بے فائدہ کوشش نہ کریں۔

اولاً تو اس لیے کہ ایک مفسر ایک تفسیر کو راجح قرار دیا ہے۔

دوسرا مفسر اس کو مرجوح کہہ دیتا ہے لہٰذا ایک مفسر کے نزدیک مرجوح تفسیر ضروری نہیں کہ وہ سب کے نزدیک مرجوح ہو۔

تیسرا: قیل کا کلمہ ہمیشہ مرجوح قول کے لیے استعمال نہیں ہوتا' بلکہ بعض اوقات صحیح قول کو بھی قیل کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

چوتھا: جب آیاتِ بینات ومحکماتِ کثیرہ سے راجح طور پر قبر کی زندگی اور جزاو سزا ثابت ہو چکی ہے اور اس پر اجماعِ اُمت بھی ہو چکا ہے تو کسی ایک آدھ آیت کی عذابِ قبر کی تفسیر کو مرجوح قرار دینے سے اصل عقیدہ پر کوئی اثر نہ پڑے گا' لہٰذا عذابِ قبر پر دلالت کرنے والی آیت کی کسی تفسیر کو مرجوح کہہ دینے سے منکرین عذابِ قبر کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔

تو ان دونوں قسم کی آیات سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ مرنے کے بعد انسان کو جو جزاء وسزا دی جاتی ہے' وہ اسی قبر میں دی جاتی ہے جو زمین میں کھودی جاتی ہے تو ان آیات نے جسدِ عنصری کے لیے ثواب یا عذاب ثابت ہوگا کیونکہ قبر میں وہی مدفون ہے۔

آیت:۲۳

قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ○

(الاعراف:۲۵' پ۸)

ترجمہ: ''فرمایا کہ تم کو وہاں ہی زندگی بسر کرنا ہے اور وہاں ہی مرنا ہے اور اسی میں سے پھر پیدا ہونا ہے''۔

آیت:۲۴

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرٰى○ (طٰہٰ:۵۵' پ۱۶)

ترجمہ: ''ہم نے تم کو اسی زمین سے پیدا کیا اور اسی میں تم کو لے جاویں گے اور پھر دوبارہ اس سے تم کو نکالیں گے''۔

آیت:۲۵

وَاللّٰهُ أَنْبَتَكُمْ مِّنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا○

۱۸- ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا ۝

(نوح: ۱۷-۱۸، پ ۲۹)

ترجمہ: "اور اللہ تعالیٰ نے تم کو زمین سے ایک خاص طور پر پیدا کیا' پھر تم کو زمین میں ہی لے جاوے گا اور تم کو باہر لے آوے گا"۔

آیت: ۲۶

أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا ۝ أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا ۝

(المرسلات: ۲۵-۲۶، پ ۲۹)

ترجمہ: "کیا ہم نے زمین کو زندوں اور مردوں کے سمیٹنے والی نہیں بنایا"۔

مذکورہ بالا چاروں آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد مردہ انسان کا مستقر اور ٹھکانہ یہی زمین والی قبر ہے' جس میں اس کو قیامت تک رہنا ہے' بندہ عاجز تفسیر عثمانی کے چند حوالہ جات نقل کر رہا ہے' بقیہ تفاسیر کا مطالعہ خود کر لینا۔

مولوی شبیر احمد عثمانی سورۂ نوح کی آیت پر حاشیہ تحریر فرماتے ہیں: یعنی مرے پیچھے مٹی میں مل جاتے ہیں' پھر قیامت کے دن اسی سے نکالے جائیں گے۔

(تفسیر عثمانی ص ۷۵۷)

اور سورۃ المرسلات کی آیت پر حاشیہ لکھتے ہیں: یعنی زندہ مخلوق اسی زمین پر زندگی بسر کرتی ہے اور مردے بھی اسی مٹی میں پہنچ جاتے ہیں' انسان کو زندگی بھی اس خاک سے ملی ہے اور موت کے بعد بھی یہی اس کا ٹھکانہ ہوا تو دوبارہ اسی خاک سے اس کو اٹھا دینا کیوں مشکل ہوگا۔ (تفسیر عثمانی ص ۷۷۲) پس جب قرآن مجید سے یہ ثابت ہے کہ مردہ انسان کا ٹھکانہ یہی زمین والی قبر ہے تو مرنے کے بعد والی کارروائی بھی اسی قبر میں ہوتی ہے' لہٰذا عالم برزخ و قبر کی کارروائی میں جسد مدفون کا روح کے ساتھ شریک ہونا ثابت ہو گیا ہے۔

انتباہ

مرزائی قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات جسمانی کے قائل نہیں ہیں اور ان

کے آسمان پر اُٹھائے جانے کے بھی قائل نہیں ہیں اور وہ بزعم خویش انہی آیات سے استدلال کرتے ہیں۔ لیکن ان کا استدلال سراسر باطل اور دھوکہ ہے' کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عارضی طور پر آسمان پر اُٹھائے گئے ہیں' قیامت سے پہلے ان کا نزول الی الارض ہوگا اور ان پر موت واقع ہوگی' مسلمان ان پر نمازِ جنازہ ادا کریں گے' پھر ان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس میں دفن کیا جائے گا۔

چنانچہ علماء لکھتے ہیں: مطلب فِيهَا تَحْيَوْنَ الآیہ کا یہ ہے کہ مسکن اصلی اور معتاد تمہارا یہ ہوگا اور اگر کسی عارض کی وجہ سے خرق عادت ہو جائے تو اس کی نفی نہیں ہے' پس اس آیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ جانے اور رہنے کی نفی ہے اور رہنے کی نفی پر استدلال کرنا محض باطل ہے۔ (تفسیر القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی ص ۳۱۸)

فصلِ دوم

حضراتِ محترم! حیات الانبیاء کی بنیاد حیات قبر پر ہے یعنی مسئلہ حیاتِ انبیاء شاخ ہے حیاتِ قبر کے عقیدہ کی یہی وجہ ہے کہ جو لوگ قبر کی زندگی کے قائل ہیں وہ حیات الانبیاء کے بھی قائل ہیں اور جو لوگ قبر کی زندگی کے قائل نہیں ہیں پس وہ حیات الانبیاء کے بھی قائل نہیں ہیں اور قبر کی زندگی کا مطلب یہ ہے کہ ہر مردہ کو قبر میں سوال و جواب اور جزء و سزا کے لیے زندہ کیا جاتا ہے اور قبر کی یہ زندگی متعدد آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ صحیحہ کثیرہ سے ثابت ہے چنانچہ مفتی محمد شفیع دیوبندی معارف القرآن میں لکھتے ہیں:

مرنے اور دفن ہونے کے بعد قبر میں انسان کا دوبارہ زندہ ہو کر فرشتوں کے سوالات کا جواب دینا پھر اس امتحان کی کامیابی اور ناکامی پر ثواب یا عذاب کا ہونا قرآن مجید کی تقریباً دس آیات میں اشارۃً اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ستر احادیث متواترہ میں بڑی صراحت و وضاحت کے ساتھ مذکور ہے جس میں کسی مسلمان کو شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ (معارف القرآن ج ۵ ص ۲۳۶)

واضح رہے کہ جن آیات اور احادیث سے قبر میں ہر مردہ کی حیات ثابت ہوتی ہے انہیں آیات اور احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ حیات اور جزاء و سزا مرنے والے کے روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کو حاصل ہے بطور اختصار کے چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

آیت ۱:

اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا ۚ وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۚ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ۝ (المومن ۴۶)

ترجمہ: ”آلِ فرعون نے دنیا میں سزا پائی‘ پانی میں غرق ہوئے‘ عالمِ قبر میں سزا پا رہے ہیں‘ صبح و شام ان کو آگ پر پیش کیا جاتا ہے‘ آخرت میں سزا پائیں گے‘ ان کو آگ میں داخل کر دیا جائے گا“۔

آلِ فرعون کا اطلاق روح اور جسد عنصری کے مجموعہ پر ہوتا ہے‘ پس دنیا میں روح اور جسم سمیت غرق ہوئے‘ عالمِ قبر میں روح اور جسد عنصری کے مجموعہ پر آگ پیش کی جاتی ہے اور آخرت میں روح اور جسد عنصری سمیت اشد العذاب میں داخل کر دیئے جائیں گے‘ پس ثابت ہوا کہ عالمِ قبر میں مرنے والوں کو جو عذاب دیا جاتا ہے‘ اس کا تعلق روح اور جسد دونوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

آیت: ۲

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۚ (ابراھیم: ۲۷)

باتفاق مفسرین و محدثین یہ آیت عذابِ قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور قبر کی زندگی کی بہت بڑی دلیل ہے‘ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کا اطلاق روح اور جسد کے مجموعہ پر ہوتا ہے اور وَالظّٰلِمِيْنَ کا مصداق بھی روح اور جسد کا مجموعہ ہے‘ پس ثابت ہوا کہ قبر کی کارروائی میں ثابت قدم رہنے والے مومنین سے مراد روح اور جسد کا مجموعہ ہے اور ؟؟؟ جانے والے ظالمین سے مراد بھی روح اور جسد کا مجموعہ ہے۔

آیت: ۳

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ (البقرہ: ۱۵۴)

اس آیت میں مقتول فی سبیل اللہ کو زندہ کہا گیا ہے چونکہ مقتول روح اور جسد عنصری کا مجموعہ ہے لہٰذا مرنے کے بعد حیات بھی روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کو حاصل ہے‘ قتل کا فعل جسد عنصری پر وارد ہوتا ہے۔

آیت:۴

قِیۡلَ ادۡخُلِ الۡجَنَّۃَ ؕ قَالَ یٰلَیۡتَ قَوۡمِیۡ یَعۡلَمُوۡنَ ۙ بِمَا غَفَرَ لِیۡ رَبِّیۡ وَ جَعَلَنِیۡ مِنَ الۡمُکۡرَمِیۡنَ ﴿یٰسین:۲۷﴾

یہ آیت اور اس کے الفاظ مرنے کے بعد ایک شخص نے کہے تھے' جن کو قرآن میں نقل کیا گیا ہے۔ قَالَ کے اندر جو ھو ضمیر ہے' وہ پیچھے رجل کی طرف راجع ہے اور رجل روح اور جسم کے مجموعہ کو کہتے ہیں' لہٰذا اس آیت میں حیات' روح اور جسد کے مجموعہ کے لیے ثابت ہوئی۔

آیت:۵

مِمَّا خَطِیۡٓئٰتِہِمۡ اُغۡرِقُوۡا فَاُدۡخِلُوۡا نَارًا ۬ۙ فَلَمۡ یَجِدُوۡا لَہُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَنۡصَارًا ﴿نوح:۲۵﴾

اُغۡرِقُوۡا کے اندر ھُمۡ ضمیر ہے' جو قوم نوح کی طرف راجع ہے اور اُدۡخِلُوۡا کے اندر بھی ھو ضمیر ہے جو قوم نوح کی طرف راجع ہے' چونکہ قوم نوح روح اور جسد عنصری سمیت پانی میں غرق ہوئی' اسی طرح مرنے کے بعد عالم قبر میں روح اور جسد عنصری کے ساتھ آگ میں داخل ہوئی' ان کے علاوہ بھی آیات قرآنیہ موجود ہیں' جن سے عالم قبر کی زندگی ثابت ہے' لیکن بندہ انہیں پر اکتفاء کرتا ہے اور احادیث نبویہ تو درجہ تواتر کو پہنچ چکی ہیں' جن سے عالم قبر کی حیات ہر مرنے والے کے لیے ثابت ہوتی ہے' پس جب قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ بالاستثناء ہر مردہ کو عالم قبر میں جزاؤ سزا کے لیے ایک خاص قسم کی حیات حاصل ہوتی ہے تو عزیز من! انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نفس حیات بھی انہیں آیات بینات سے ثابت ہوتی ہے جو کہ ان کے روح اور جسد عنصری دونوں کو حاصل ہے' البتہ انبیاء کرام بعض دیگر امور میں جس طرح عام انسانوں سے ممتاز ہیں' عالم قبر میں انبیاء کرام کی حیات طیبہ عام انسانوں کی حیات سے اعلیٰ وارفع ہے اور اس ممتاز حیات کے دلائل وہ حدیثیں ہیں جن کو محدثین نے اور مفسرین نے صحیح اور حسن اور جید کہا ہے۔

فصلِ سوم

حدیث:۱

عن انس رضی اللّٰہ عنہ قال لما ثقل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم جعل یتغشاہ الکرب فقالت فاطمہ واکرب اباہ فقال لیس علی ابیک کرب بعد الموت۔ الحدیث

(رواہ البخاری مشکوٰۃ ص ۵۴۷)

ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب (مرضِ وفات) میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بوجھل ہو گئے اور مرض کی شدت کی وجہ سے آپ پر بار بار بے ہوشی طاری ہونے لگی تو آپ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا (بے تاب ہو کر) کہنے لگیں: ہائے میرے ابا جان کو کیسی تکلیف نے گھیرا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سنا تو) ان کو مخاطب کر کے فرمایا: آج کے دن کے بعد پھر تمہارے ابا جان کو کوئی سختی نہیں گھیرے گی“۔

فائدہ

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اس تکلیف کے بعد اور کوئی تکلیف نہ پہنچے گی، بلکہ بقول صاحب مظاہر حق، پھر سکون ہی سکون ہوگا، پس موت کے بعد یہ مسلسل سکون آپ کی حیات قبر کی دلیل ہے، واضح رہے کہ آپ نے بی بی فاطمہ کو فرمایا: تیرے ابا جان پر آج کے بعد کوئی تکلیف نہ ہوگی بلکہ سکون ہی سکون نصیب ہوگا، یعنی بی بی فاطمہ کے ابا جان کے لیے سکون ہے اور ابا جان روح اور جسد عنصری کے مجموعہ کو کہتے

ہیں۔

حدیث ۲:

ان عائشة رضی اللّٰہ عنها خبرته ان ابا بکر اقبل علی فرس من مسکنه بالسنح حتی نزل، فدخل المسجد فلم یکلم الناس حتی دخل علی عائشة فیتهم رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وهو مغشی بثوب حبرة فکشف عن وجهه ثم رکب علیه فقبله وبکی ثم قال بابی وامی واللّٰه لا یجمع علیکم موتقین الحدیث (بخاری ج ۲ ص ۶۰۷)

ترجمہ: ''سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے سنخ والے گھر سے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے حتیٰ کہ گھوڑے سے اترے اور مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور کسی سے کلام نہ کی' حتیٰ کی بی بی عائشہ کے حجرہ میں داخل ہوئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ کیا (جبکہ آپ کی وفات ہو چکی تھی) حالانکہ ایک یمنی چادر کے ذریعہ آپ کو ڈھانپ دیا گیا تھا' پس آپ کے رخ انور سے چادر ہٹائی اور آپ پر جھک گئے اور آپ کو بوسہ دیا اور روئے' پھر کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کریں گے' یعنی اس موت کے بعد آپ کو کسی اور موت نے نہیں آنا''۔

فائدہ

قارئین کرام! سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مراد ظاہر اور واضح ہے کہ اس موت کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور کوئی موت نہیں آنی اور اس پر سب لوگوں کا اتفاق ہے کہ انبیاء کرام کو موت کے بعد ایک خاص قسم کی حیات دی جاتی ہے' حتیٰ کہ جن کو منکرین حیات الانبیاء کہا جاتا ہے' وہ بھی حضرات انبیاء کرام کے لیے ایک قسم کی حیات

کے قائل ہیں بلکہ موت کے بعد یہ لوگ جس حیات کے قائل ہیں' اس کے متعلق ان لوگوں کے القاب ملاحظہ کیجئے: اعلیٰ' ازکیٰ' اقیٰ' اقویٰ' اصفیٰ' اسنیٰ' احلیٰ' اشہیٰ' احظیٰ' انفع' ارفع' ادفع' اکمل' اجمل' ادوم' اتم' لیکن اس کے باوجود ان کو منکرین حیات اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روحِ مبارک کے لیے بجائے جسد عنصری دنیاوی کے ایک دوسرا جسد مثالی کافوری' نورانی' عطائی موجود ہو یہ تجویز کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ آپ کی حیات مانتے ہیں' پس جسد عنصری' دنیاوی اور حقیقی کی حیات کے انکار کی وجہ سے ان کو منکر حیات کہا جاتا ہے' ان کے برعکس علماء اہل سنت والجماعت روح مبارک کا جسد عنصری دنیاوی سے تعلق مانتے ہیں جس کی حقیقت وکیفیت اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اسی تعلق کی وجہ سے حیات الانبیاء کے قائل ہیں' بہر حال موت کے بعد زندگی ایک مسلمہ حیات ہے اور ایک اتفاقی عقیدہ ہے جس کا کسی نے آج تک انکار نہیں کیا' البتہ صورت حیات ضرور مختلف فیہ ہے' اہل سنت والجماعت جس صورت کو مانتے ہیں وہ صحیح اور معقول صورت ہے اور بقیہ صورتیں جعلی اور بناوٹی یعنی مثالی ہیں۔ پس منکرین حیات کے نزدیک حیات الانبیاء کی جو صورت ہے' اس پر اس دنیاوی موت کے علاوہ ایک اور موت نے بھی ضرور طاری ہونا ہے' کیونکہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک بعد از وفات جسد مثالی' کافوری' نورانی' عطائی میں داخل کر دی گئی اور آپ کی روحِ اقدس اس دوسرے جسد کے ساتھ جنت میں ہے اور بروز قیامت اس مثالی جسد سے روح مبارک کو نکال کر جسد عنصری دنیاوی میں لوٹائی جائے گی' ظاہر ہے کہ روح مبارک کو جسد سے نکالنے کا نام موت ہے' پس ان لوگوں کے عقیدہ کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت میں بھی موت آئے گی' جبکہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی قسم کی موت نے نہیں آنا' بلکہ قبر میں آپ کی حیات مستمرہ ہے' جس پر موت نے طاری نہیں ہونا' عالم قبر میں آپ کی روح مبارک کا جسد عنصری سے جو تعلق ہے' وہ وَلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ کے تحت ہے اور

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسی تعلق کو اتنا قوی فرمادیں گے کہ آپ کی حیات قیامت کے دن ہر ایک شعور میں آ جائے گی' پس عالم قبر و برزخ میں جس صورت حیات کے علماء اہل سنت والجماعت قائل ہیں' اس پر موت طاری نہیں ہوتی اور جس صورت حیات کے یہ منکرین قائل ہیں اس پر موت کا طریان ضروری ہے' پس سیدنا ابوبکر صدیق کی حدیث سے صرف مسلک اہل حق علماء اہل سنت والجماعت کی تائید نہیں ہوتی بلکہ مسلک منکرین حیات کی تردید بھی ہوجاتی ہے۔

حدیث: ۳۰

عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حیاتی خیر لکم تحدثون ویحدث لکم ووفاتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فما رأیت من خیر حمدت اللّٰہ علیہ وما رأیت من شر استغفرت اللّٰہ لکم رواہ البزاز ورجالہ الصحیح. (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری زندگی تمہارے لیے بہتر ہے کہ تم (مشکل مسئلے) بیان کرو گے (میری طرف سے) ان کی حقیقت بیان کر دی جائے گی اور میری موت بھی تمہارے لیے بہتر ہوگی' تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہوں گے سو جو اچھے ہوں گے میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کروں گا اور جو بُرے ہوں گے میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگوں گا۔"

وفاء الوفاء ج ۲ ص ۱۴۰۶ ' ذکرہ السبکی فی شفاء السقام ص ۳۴ ' والعلامہ داؤد بن سلیمان البغدادی المنحۃ الوھبیہ فی رد الوھابیہ ۱۲ ' والزرقانی فی المواطب ج ۵ ص ۳۳۷ ' علامہ سیوطی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۸۱ ' علامہ زرقانی اس کی

سند کو جید کہتے ہیں' زرقانی شرح المواہب ج ۵ ص ۳۳۷' سید انور شاہ دیوبندی اس کی سند کو جید کہتے ہیں' فتح الملہم ج ۱ ص ۴۱۳' شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اس سے استدلال کرتے ہیں' فتاویٰ عزیزی ص ۶۹' مولوی عثمانی اس سے حجت پکڑتے ہیں' تفسیر عثمانی ص ۳۵۸' پ ۱۴' سورۃ النحل' ۱۲۔ اس حدیث کی تائید و تصدیق مندرجہ ذیل کتب میں بھی موجود ہے: طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۹۴' جامع صغیر ج ۱ ص ۱۵۱' السراج المنیر ج ۲ ص ۲۳۳' خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۸۱' الصارم المنکی ص ۱۶۸' نشر الطیب ص ۲۱۰۔۲۲۹' براہین القاطعہ ص ۲۱۶۔۲۱۷۔۱۹۹۔۲۰۰' فہرست عقیدۃ الاسلام ص ۱' الطبقات الشافعیہ الکبریٰ ج ۳ ص ۲۸۲' وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۱۱' نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۶۴۔

پس اس صحیح حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وفات کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات پر امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں' البتہ علماءِ حق نے کتاب و سنت کی نصوص کے پیش نظر یہ فرمایا ہے کہ یہ عرض اعمال اجمالی ہی ہے' بہر حال عرض اعمال کی حدیث حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی خصوصی حیات کی دلیل ہے' اگر آپ کو کسی قسم کی حیات حاصل نہیں ہے تو محض میت پر عرض اعمال کا کوئی فائدہ نہیں۔

حدیث: ۴

عن جابر رضی اللہ عنہ قال جاءت ملائکۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو نائم فقالوا ان لصاحبکم لھذا مثلا فاضربوا لہ مثلا قال بعضھم انہ نائم وقال بعضھم ان العین نائمۃ والقلب یقظان فقالوا مثلہ کمثل رجل بنی دارا وجعل فیھا مادبۃ وبعث داعیا فمن اجاب الداعی دخل الدار واکل من المادبۃ ومن لم یجب الداعی لم یدخل الدار ولم یاکل من المادبۃ فقالوا اولوھا لہ یفقھھا قال بعضھم انہ نائم وقال بعضھم ان العین نائمۃ والقلب یقظان فقالوا الدار الجنۃ والداعی محمد فمن اطاع محمدا فقد اطاع اللہ ومن عصی

محمدا فقد عصی اللّٰہ ومحمد فرق بین الناس۔

(رواہ البخاری ص ۱۰۱۸، مشکوٰۃ ص ۲۷)

ترجمہ: ”حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کچھ فرشتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت آئے جس وقت آپ سو رہے تھے، فرشتوں نے آپس میں کہا: تمہارے اس دوست، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک مثال ہے، اس کو ان کے سامنے بیان کرو، دوسرے فرشتوں نے کہا: وہ تو سوئے ہیں، لہٰذا بیان کرنے سے کیا فائدہ؟ ان میں سے بعض نے کہا: بے شک آنکھیں سو رہی ہیں لیکن دل تو جاگتا ہے، پھر اس نے کہا: ان کی مثال اس شخص کی ہے جس نے گھر بنایا اور لوگوں کے کھانے کے لیے دسترخوان چنا، اور پھر بلانے والے کی بات کو مان لیا، وہ گھر میں داخل ہوگا اور کھانا کھائے گا اور جس نے بلانے والے کی بات کو قبول نہ کیا اور وہ نہ گھر میں داخل ہوگا اور نہ کھانا کھائے گا، یہ سن کر فرشتوں نے آپس میں کہا: اس کو (وضاحت کے ساتھ) بیان کرو تا کہ یہ اسے سمجھ لیں۔ بعض فرشتوں نے کہا: (بیان کرنے سے کیا فائدہ) کیونکہ وہ تو سوئے ہوئے ہیں، دوسروں نے کہا: بے شک آنکھیں سو رہی ہیں لیکن دل تو جاگتا ہے اور پھر کہا: گھر سے مراد تو جنت ہے اور بلانے والے سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کی اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی، اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان فرق کرنے والے ہیں“۔

فائدہ

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بالکل سوئے ہوئے تھے اور آپ کے پاس فرشتوں نے جو گفتگو کی اس کو آپ نے اچھی طرح

سے سنا' لہٰذا یہ بات قرین قیاس ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر شریف میں زائرین کی گفتگو اور سلام وغیرہ سنتے ہیں' کیونکہ موت اور نیند ایک دوسرے کے مشابہ ہیں' بہر حال یہ حدیث بھی سابقہ نصوص کی تائید وتصدیق کرتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عند القبر الشریف زائرین کے سلام وطلبِ شفاعت کو سنتے ہیں' مسئلہ سماع وحیات الانبیاء نرے قیاس سے نہیں' بلکہ نصوص سے ثابت ہے۔

حدیث: ۵

عن عائشة رضی اللہ عنها قالت یا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اتنام قبل ان تعتر فقال یا عائشة ان عینی تنامان ولا ینام قلبی رواہ الشیخان وفیه کذالك الانبیاء تنام اعینهم ولا تنام قلوبهم۔

(بخاری ج ا ص ۱۵۴-۵۰۴)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا نماز وتر پڑھنے سے قبل آپ سو سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں' میرا دل نہیں سوتا وہ بیدار رہتا ہے''۔

فائدہ

جس طرح انبیاء کرام کی نیند کی یہ امتیازی شان ہے کہ ان کا دل نیند میں بیدار رہتا ہے' بعینہٖ اسی طرح عالمِ قبر و برزخ کی زندگی میں بھی ان کی زندگی کی یہی امتیازی شان ہے کیونکہ نیند اور موت ایک دوسرے کے مشابہ ہیں اور یہی قرین قیاس بھی ہے اور اس قیاس سے سابقہ نصوص کی تائید وتصدیق مقصود ہے۔

حدیث: ۶

عن ابی هریرة رضی اللہ عنه عن النبی صلی اللہ علیه وسلم

قال ما بين بيتي ومنبري روضة من رياض الجنة ومنبري على حوضي۔

(بخاری ج۲ص۲۵۳۔ج۲ص۱۵۹۔۹۷۵ٔ مسلم ج۱ص۴۴۶ٔ نسائی ج۱ص۸۱ٔ ترندی ج۲ص۲۳۱ٔ جامع صغیرج۲ص۱۴۳ٔ بحوالہ بخاری ٔ مسلم ٔ نسائی ٔ مسند احمد)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ٔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے گھر (حجرہ جہاں اب آپ کی قبر شریف ہے) اور منبر کے درمیان والی جگہ جنت کے باغوں میں ایک باغ ہے اور میرا منبر (قیامت کے دن) میرے حوض پر ہوگا''۔

صحاح ستہ کی اس صحیح حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کے جس حصہ (حجرہ) میں آپ کی قبر شریف ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جنت زندوں کا مقام اور ٹھکانہ ہے ٔ پس ثابت ہوا کہ آپ کی قبر شریف جنت کا باغ ہے اور آپ وہاں زندہ ہیں اور آپ کو جنت میں محسوس کرتے ہیں اور جنت کی نعمتوں سے محفوظ ہو رہے ہیں ٔ ورنہ لازم آئے گا کہ آپ جنت میں ہیں اور آپ کو جنت میں ہونے کا کوئی ادراک اور شعور تک نہیں ہے ٔ حالانکہ اس کا تو کوئی فائدہ بھی نہیں ہے ٔ اگر آپ جنت میں ہوتے ہوئے بھی مردہ اور بے شعور ہیں تو جنت ٔ جنت نہ رہے گی بلکہ وہ تو ایک لاش خانہ یا مردہ خانہ ہوگی ٔ یقیناً جنت لاش خانہ یا مردہ خانہ نہیں ہے بلکہ وہ زندہ لوگوں کے لیے آرام گاہ ہے ٔ لہٰذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف جنت کا باغ ہے ٔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں پرسکون زندگی گزار رہے ہیں ٔ یہی علماء اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے ٔ یہی کچھ قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور اسی پر اجماع امت ہے اور اسی عقیدہ سے منحرف ہونے والا شخص اہل سنت والجماعت سے خارج ہے اور گمراہ ہے۔

حدیث: ۷

عن سعید بن مسیب قال لقد رأیتنی لیالی حرۃ وما فی مسجد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم غیری وما یاتی وقت صلوٰۃ الا سمعت الاذان من القبر۔ (رواہ ابونعیم کذافی الخصائص سنن دارمی ج۱ص۱۵۷، انباء الاذکیاء فی حیات الانبیاء ص۴۹-۵۰ بحوالہ ابونعیم فی دلائل النبوۃ، الزبیر بن بکار فی اخبار المدینہ وابن سعد فی الطبقات والدارمی فی مسندہٖ)

ترجمہ: ''حضرت سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ واقعۂ حرّہ کی راتوں میں، میں نے دیکھا اس دن میرے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد اقدس میں کوئی اور نہ تھا کہ جب نماز کا وقت تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر سے میں اذان کی آواز سنتا تھا''۔

توضیح

حضرت سعید بن مسیّب مشہور تابعی ہیں اور مدینہ منورہ کے بہت بڑے عالم ہیں، جب مدینہ منورہ میں واقعۂ حرہ پیش آیا، جس میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے تو اہل مدینہ اپنے گھروں میں محصور ہو گئے، قتل عام کی وجہ سے کوئی شخص گھر سے باہر نہ نکل سکتا تھا، حتیٰ کہ تین دن تک مسجد نبوی میں اذان اور جماعت نہ ہو سکی اور حضرت سعید بن مسیّب اس وقت آنکھوں سے معذور ہونے کی وجہ سے مسجد نبوی میں رہ گئے اور باہر نہیں جا سکے، پس ہر نماز کے وقت وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اطہر سے اذان کی آواز سنتے تھے اور اسی کے مطابق اپنی نمازیں ادا کرتے تھے۔

یہ بات بھی ذہن نشین فرمالیں کہ انبیاء کرام کا اپنی قبور میں اذان، نماز وغیرہ عبادات ادا کرنا کوئی خرقِ عادات چیزیں نہیں ہیں، اسی طرح عامۃ الناس کو اپنی قبور میں جزاء وسزا کا ملنا بھی کوئی خرقِ عادت نہیں ہے بلکہ قبور کی ساری کارروائی ضابطہ اور اصول کے تحت ہوتی ہے جس کے دلائل آپ پڑھ چکے ہیں البتہ قبر کی یہ کارروائی اکثر عامۃ الناس کی نظروں سے

اوجھل رہتی ہے کیونکہ غیب کی چیز ہے لیکن کبھی کبھی اپنے بعض بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ غیب کی یہ چیزیں منکشف فرما دیتے ہیں پس نہ نظر آنے والے اُمور کا بعض اوقات نظر آ جانا ضرور خرقِ عادت ہے لہٰذا علماءِ اہل سنت کا استدلال اس قسم کے اُمور کے موجود ہونے سے ہے کیونکہ ان کا وجود ضابطہ اور قانون کے تحت ہے اُن کے ظہور سے استدلال نہیں ہے جو کہ ایک خرقِ عادت امر ہے بعض لوگ خواہ مخواہ وجود اور ظہور میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے خلط مبحث کر دیتے ہیں لہٰذا خوب سمجھ لیں کہ واقعہ کا موجود ہونا اور چیز ہے اور اس کا ظہور بالکل اور چیز ہے دونوں کو ایک سمجھ لینا بنیادی غلطی ہے۔

بہر حال یہ روایت بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ قبر کی خصوصی و امتیازی دلیل ہے۔

حدیث:۸

عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثروا الصلوۃ یوم الجمعۃ فانہ مشھود تشھدہ الملائکۃ وان احدا لن یصلی علی الا عرضت علی صلاتہ حتی یفرغ منھا قال قلت وبعد الموت قال وبعد الموت ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق.

(ابن ماجہ ص ۱۱۹ مشکوۃ ص ۱۲۱)

ترجمہ: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو کیونکہ وہ دن حاضری کا ہے اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں مجھ پر کوئی شخص درود نہیں پڑھتا مگر اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اس سے فارغ ہو میں نے کہا: وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا؟ فرمایا کہ ہاں! بعد از وفات بھی پیش کیا جائے گا بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام

کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام طیبہ کو کھائے' سو اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہے اور اس کو رزق ملتا ہے''۔

حافظ منذری فرماتے ہیں کہ اسنادہ جید (ترجمان السنۃ ج ۳ ص ۲۹۷) یعنی اس حدیث کی سند جید اور قوی ہے۔ علامہ عزیزی فرماتے ہیں: ورجالہ ثقات (السراج المنیر ج ۱ ص ۲۹۰) یعنی اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ علامہ مناوی فرماتے ہیں: قال الدمیری رجالہ ثقات (فیض القدیر ج ۲ ص ۸۷) یعنی دمیری فرماتے ہیں: اس کے راوی ثقہ ہیں۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں: رواہ ابن ماجہ برجال ثقات (زرقانی شرح المواہب ج ۵ ص ۳۳۶) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: قلت رجالہ ثقاۃ (تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۹۸) علامہ سمہودی فرماتے ہیں: رواہ ابن ماجہ باسناد جید (خلاصہ الوفاء ص ۲۸) علامہ ملا علی قاری اس کی سند کو جید کہتے ہیں (مرقات ج ۲ ص ۱۱۲) قاضی شوکانی بھی اس کی سند کو جید کہتے ہیں (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۶۴) شمس الحق عظیم آبادی بھی اس کی سند کو جید کہتے ہیں (عون المعبود ج ۱ ص ۴۰۵)۔

فائدہ

اس صحیح حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وفات کے بعد درود و سلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روح اور جسد اطہر دونوں پر پیش ہوتا ہے' لہٰذا یہ حدیث بھی روح اور جسد دونوں کی حیات کی دلیل ہے۔

حدیث: ۹

عن عبد اللّٰہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ان للّٰہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام۔

(نسائی شریف ج ۱ ص ۱۴۳' مسند احمد ج ۱' ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۱۷' دارمی ص ۳۲۲' موارد الظمآن ص ۵۹۴' مشکوۃ ص ۸۶' البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۱۵۴' الجامع الصغیر ج ۱ ص ۹۳' خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۸۰' تخریجات حدیث ص ۲۱۱' ابن حبان ج ۲ ص ۱۳۴)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ فرشتے ایسے مقرر ہیں جو زمین میں گھومتے ہیں اور میری اُمت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں''۔

علامہ سمہودی فرماتے ہیں کہ امام نسائی اور اسماعیل القاضی نے صحیح سند سے روایت نقل کی ہے۔ (وفا الوفاء ج ۲ ص ۴۰۴) علامہ ابن عبد الہادی فرماتے ہیں کہ امام نسائی و اسماعیل القاضی وغیرہ نے مختلف طرق سے صحیح اسانید کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے۔ (الصارم المنکی ص ۱۲۸) علامہ عزیزی فرماتے ہیں: حدیث صحیح ہے۔ (السراج المنیر ص ۵۱۸) علامہ ہیثمی فرماتے ہیں رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۴) یعنی محدث بزار نے اس کو روایت کیا ہے اور اس کے جملہ راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں روایت مستدرک للحاکم' اور علامہ ذہبی فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے امام سخاوی فرماتے ہیں: رواہ احمد' والنسائی' والدارمی وابونعیم' والبیھقی والخلفی وابن حبان والحاکم فی معیعھا وقال صحیح الاسناد (القول البدیع ص ۱۱۵) یعنی امام احمد' نسائی' دارمی' ابونعیم' بیہقی' خلفی' ابن حبان اور حاکم نے اس کو روایت کیا ہے اور حاکم کہتے ہیں کہ یہ صحیح الاسناد ہے۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مضمون درجہ تواتر کو پہنچ چکا ہے۔ (فتاوی عزیزیہ ص ۶۹)

حدیث نمبر ۱۰

عن ابن عمر رضی اللہ عنھما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یعرض علی ابن آدم مقعدہ من الجنة والجنار عدوة وعشیة فی قبرہ۔

(مسند امام احمد بن حنبل ج ۲ ص ۱۶۳)

ترجمہ: ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابن آدم پر صبح و شام' قبر میں' دوزخ و بہشت کا ٹھکانہ اس پر پیش کیا جاتا ہے''۔

فائدہ

اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ قبر میں ابن آدم پر اس کا دوزخ یا بہشت کا ٹھکانا صبح و شام پیش کیا جاتا ہے' جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر کی یہ کارروائی روح اور جسد عنصری دونوں پر وارد ہوتی ہے' کیونکہ ابن آدم کا اطلاق روح اور جسد عنصری کے مجموعہ پر ہوتا ہے' پس یہ حدیث بھی حیاتِ قبر کی دلیل ہے۔

حدیث: ۱۱

عن عبد اللہ بن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما المیت فی القبر الا کالغریق المتغوث ینتظر دعوۃ تلحقہ من اب او ام او اخ او صدیق فاذا لحقتہ کان احب الیہ من الدنیا وما فیہا وان اللہ تعالی لیدخل علی اھل القبور من دعا اھل الارض امثال الجبال وان ھدیۃ الاحیاء الی الاموات الاستغفار لھم۔

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان مشکوۃ شریف ص ۲۰۶)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبر میں مردہ کی حالت ایسی ہے جیسا کہ کوئی شخص ڈوب رہا ہو اور کسی کو پکار رہا ہو (کہ کوئی اس کا ہاتھ پکڑ کر پانی سے باہر نکال لے) چنانچہ وہ مردہ ہر وقت اس بات کا منتظر رہتا ہے کہ اس کے باپ کی طرف سے یا اس کی ماں کی طرف سے یا اس کے بھائی کی طرف

سے یا اس کے دوست کی طرف سے اس کو دعا پہنچے، پس جب اسے (کسی کی طرف سے) دعا پہنچتی ہے تو یہ دعا کا پہنچنا اس کے لیے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے محبوب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ قبر والوں کو دنیا والوں کی طرف سے دعا کا ثواب پہاڑ کی مانند یعنی بہت زیادہ ثواب اور رحمت و بخشش پہنچاتا ہے اور زندوں کی طرف سے مردوں کے لیے بہترین ہدیہ استغفار ہے"۔

فائدہ

یہ حدیث اہل سنت والجماعت کے مدعا پر واضح دلیل ہے کہ قبر میں مردہ غریق کی مانند پریشان ہوتا ہے اور اہل دنیا کی دعا کا منتظر رہتا ہے اور یہی اس کی حیاتِ قبر کی دلیل ہے۔

حدیث: ۱۲

وعن سمرة بن جندب رضی الله عنه قال كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا صلى اقبل علينا بوجهه فقال من راى منكم الليلة رؤيا قال فان راى احد قصها فيقول ماشاء الله فسألنا يوما فقال هل رأى منكم احد رؤيا قلنا لا قال لكني رأيت الليلة رجلين اتياني فاخذا بيدي فاخرجاني الى الارض مقدسة الحديث. (مشکوٰۃ ص ۱۹۵ بخاری ج ۱ ص ۱۱۵)

ترجمہ "اور سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم (صبح کی) نماز سے فارغ ہوتے تو اپنا چہرہ اقدس ہماری طرف متوجہ کرتے اور پوچھتے کہ آج کی رات تم میں سے کس نے خواب دیکھا ہے۔ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر ہم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو وہ اس کو بیان کرتا اور آپ اس کی وہ تعبیر فرما دیتے جو اللہ تعالیٰ الہام فرماتا چنانچہ (اپنے معمول

کے مطابق) ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے وہی سوال کیا اور فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی شخص نے خواب دیکھا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لیکن میں نے آج کی رات خواب دیکھا ہے (اور وہ یہ ہے) کہ دو شخص میرے پاس آئے اور میرے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر مجھے مقدس سرزمین ملک شام کی طرف لے چلے پس ایک جگہ پہنچ کر میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور ایک شخص نے ہاتھ میں لوہے کا آنکڑا لیے کھڑا ہے اور وہ پھر اس آنکڑے کو بیٹھے ہوئے شخص کے گلے میں ڈالتا ہے اور اس کو چیرتا ہے یہاں تک کہ اس کی گدی تک چیرتا چلا جاتا ہے پھر وہ دوسرے گلے کے ساتھ اس طرح کرتا ہے (یعنی اس کو بھی گدی تک چیرتا ہے) جب وہ گلا اپنی اصلی حالت پر آجاتا ہے تو پھر پہلے کی طرح وہی عمل کرتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہیں کہ میں نے (دیکھ کر) ان دونوں آدمیوں سے پوچھا: (جو مجھے اپنے ساتھ لائے تھے) یہ کیا ہو رہا ہے؟ ان دونوں نے کہا کہ چلتے رہیے (یعنی یہ مت پوچھئے کہ کیا ہو رہا ہے بلکہ آگے چلئے! ابھی بہت عجائبات دیکھنے ہیں) چنانچہ ہم آگے چلے یہاں تک کہ ایک ایسی جگہ آئے جہاں ایک شخص چت پڑا ہوا تھا اور ایک شخص اس کے سر کے پاس اتنا بڑا پتھر لیے کھڑا تھا جس سے ہاتھ بھر جائے اور اس سے چت پڑے شخص کے سر کو کچلتا تھا چنانچہ جب وہ پتھر کو (کھینچ کر) اس کے سر پر مارتا تو پتھر (اس کو کچل کر) لڑھکتا ہوا دور چلا جاتا (پھر وہ دوبارہ مارنے کی غرض سے) اس پتھر کو اٹھانے کے لیے جاتا اور جب لوٹ کر آتا تو اس کے پہنچنے سے پہلے ہی اس شخص کا سر درست ہو جاتا اور پھر وہ اس پر پتھر مارتا اور اسی طرح یہ سلسلہ جاری تھا (کہ) اس کا سر درست ہوتا رہتا اور وہ اس پر پتھر مارتا رہتا میں

نے (یہ دیکھ کر) پوچھا کہ کیا ہو رہا ہے؟ ان دونوں نے جواب دیا کہ چلتے چلیے! چنانچہ ہم آگے چلے' یہاں تک کہ ایسے گڑھے پر گئے جو تنور کی مانند تھا کہ اس کے اوپر کا حصہ تنگ تھا اور نیچے کا حصہ کشادہ تھا اور اس کے اندر آگ بھڑک رہی تھی' جب اوپر کی طرف بھڑکتی تو کچھ لوگ جو آگ کے اندر تھے (شعلوں کے ساتھ) اوپر آ جاتے' یہاں تک کہ اس گڑھے سے نکلنے کے قریب ہو جاتے اور جب شعلے کا زور گھٹ جاتا تو وہ سب پھر اندر چلے جاتے (میں نے دیکھا کہ) اس آگ میں کئی مرد تھے اور کئی عورتیں تھیں اور سب ننگے تھے' میں نے (یہ دیکھ کر) پوچھا کہ کیا ہو رہا ہے؟ تو ان دونوں نے کہا: چلئے چلیے! چنانچہ ہم آگے چلے' یہاں تک کہ ایک ایسی نہر پر پہنچے جو (پانی کی بجائے) خون سے بھری ہوئی تھی' نہر کے بیچ میں ایک شخص کھڑا ہوا تھا اور ایک شخص اس کے کنارے پر تھا' جس کے آگے پتھر رکھے ہوئے تھے' جب وہ شخص جو نہر کے بیچ میں تھا' آگے (کنارے پر) آیا اور چاہا کہ باہر نکل آئے تو اس شخص نے جو کنارے پر تھا' اس کے منہ پر پتھر پھینک کر مارا' جس سے وہ اپنی جگہ لوٹ گیا اور پھر اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہا' میں نے یہ دیکھ کر پوچھا کہ کیا ہو رہا ہے؟ تو ان دونوں نے کہا: چلتے چلیے! چنانچہ ہم آگے چلے' یہاں تک کہ ایک سرسبز وشاداب باغ کے پاس پہنچے' اس باغ میں ایک بڑا درخت تھا اور اس کی جڑ پر ایک بوڑھا اور کچھ لڑکے (بیٹھے) تھے' پھر کیا دیکھتا ہوں کہ اس درخت کے پاس ایک اور شخص بھی ہے' جس کے آگے آگ جل رہی ہے اور وہ اس کو بھڑکا رہا ہے' پھر وہ دونوں آدمی مجھ کو لے کر درخت پر چڑھے اور مجھ کو ایک ایسے گھر میں داخل کیا' جو درخت کے بالکل درمیان تھا اور یہ گھر اتنا اچھا تھا کہ میں نے کبھی بھی اس سے اچھا گھر نہیں دیکھا' اس گھر میں کتنے ہی جوان بوڑھے مرد اور کتنی ہی

عورتیں اور کتنے ہی بچے تھے اور اس کے بعد وہ دونوں مجھ کو اس گھر سے نکال کر درخت کے اوپر لے گئے اور مجھ کو ایک ایسے گھر میں داخل کیا جو پہلے گھر سے بھی بہت اچھا اور افضل تھا' اس میں بھی بوڑھے اور جوان موجود تھے اب میں نے ان دونوں آدمیوں سے کہا کہ آج کی رات تم نے مجھ کو خوب گھمایا پھرایا۔ لیکن میں نے جو کچھ دیکھا ہے' اس کی حقیقت سے مجھ کو آگاہ کرو۔ ان دونوں نے کہا کہ اچھا ہم آپ کو بتاتے ہیں (پھر ان دونوں نے بیان کرنا شروع کیا کہ) جس شخص کو آپ نے دیکھا کہ اس کے گلے چیرے جا رہے تھے' وہ ایسا شخص ہے جو جھوٹا ہے' جھوٹ بولتا ہے اور اس کی جھوٹی باتیں نقل کی جاتی ہیں' جو دنیا میں چاروں طرف پھیلتی ہیں (جن سے لوگ گمراہ ہوتے ہیں)' چنانچہ اس کے ساتھ یہ سلوک کیا جا رہا ہے جو آپ نے دیکھا' اور اس کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا' اور جس کو آپ نے دیکھا کہ اس کا سر کچلا جا رہا ہے' وہ ایسا شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن سکھایا تھا (یعنی اس کو قرآنی علوم سیکھنے کی توفیق عطاء فرمائی تھی) لیکن وہ شخص اس (قرآن سے) بے نیاز ہو کر رات میں سوتا رہا اور دن میں قرآن کے مطابق عمل نہیں کیا' چنانچہ اسکے ساتھ وہ سلوک کیا جا رہا ہے' جو آپ نے دیکھا ہے اور اس کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا اور جن لوگوں کو آپ نے تنور میں دیکھا وہ زنا کار ہیں اور جس شخص کو آپ نے نہر میں دیکھا وہ سود خور ہے (ان سب کو بھی اپنے کیے کی سزا مل رہی ہے اور قیامت تک یوں ہی ملتی رہے گی) اور جس بوڑھے شخص کو درخت کی جڑ کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا ہے' وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور ان کے پاس جو بچے ہیں وہ آدمیوں کی اولاد ہیں اور جو شخص درخت کے کچھ فاصلے پر آگ جلا رہا تھا وہ دوزخ کا داروغہ ہے اور وہ درخت کے اوپر پہلا گھر جس میں آپ

داخل ہوئے تھے وہ (جنت میں عام) مؤمنوں کا مکان ہے اور یہ گھر (جو پہلے گھر سے اوپر واقع ہے) شہداء کا مکان ہے، میں جبریل ہوں اور یہ (جو میرے ساتھ ہیں) میکائیل ہیں اور آپ اوپر سر اٹھایئے۔ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ) میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے اوپر (نہایت بلندی میں) اَبر کی مانند کوئی چیز ہے۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ تہ در تہ سفید اَبر کی مانند چیز ہے' انہوں نے کہا کہ یہ اَبر کی مانند جو چیز ہے آپ دیکھ رہے ہیں' دراصل جنت میں آپ کا مکان ہے' میں نے کہا: تو پھر تم لوگ مجھ کو چھوڑ دو تا کہ میں اپنے مکان میں چلا جاؤں' تو ان دونوں نے کہا: ابھی تو آپ کی عمر باقی ہے' جس کو آپ نے پورا نہیں کیا ہے جب آپ اپنی عمر کو پورا کر لیں' تو اپنے مکان میں چلے جائیں گے"۔

فائدہ

اس طویل حدیث میں خواب کے اندر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم قبر و برزخ کی کارروائی دکھائی گئی' حدیث کے الفاظ واضح ہیں' جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم قبر و برزخ کی یہ کارروائی روح اور جسد دونوں پر وارد ہوتی ہے اور یہی اہلسنّت والجماعت کا عقیدہ ہے' باقی عالم قبر میں ہونے والی یہ کارروائی اللہ تعالیٰ جہاں چاہتا ہے دکھا دیتا ہے' اس سائنس کے دور میں تو اس حقیقت کو سمجھنا بڑا آسان ہو گیا ہے کیونکہ مثلاً عرفات کے میدان میں یوم عرفہ کے دن ہونے والی کارروائی ٹی وی اور ویڈیو کے ذریعہ دنیا کے ہر کونے میں دیکھی جا سکتی ہے حالانکہ ایسے آلات تیار کرنے کی عقل اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو عطاء کی ہے' پس جو اللہ تعالیٰ انسانوں کا بھی خالق ہے اور ان کی عقلوں کا بھی خالق ہے' وہ قبر میں ہونے والی کارروائی جہاں چاہتا ہے اپنے بندوں کو دکھا دیتا ہے' بہر حال قرآن و حدیث سے یہ بات متعین ہے کہ کارروائی قبروں میں ہوتی ہے اور روح اور جسد دونوں پر طاری ہوتی ہے اور یہ بات بھی قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ عالم قبر کی اس کارروائی میں جسد عنصری

ہی شریک ہوتا ہے کیونکہ نیکی اور بدی کرنے میں وہی شریک کار تھا۔

حدیث:۱۳

عذاب القبر حق فمن لم يؤمن به عذب.

(ابن منیع عن زید بن ارقم، جامع صغیر ج۲ ص ۵۸، بر مز صحیح)

ترجمہ: ''حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: قبر کا عذاب حق ہے اور جو شخص اس پر ایمان نہیں رکھتا اس کو عذاب دیا جائے گا''۔

فائدہ

اس حدیث کا پہلا جملہ عذاب القبر حق تو صحاح ستہ میں بھی موجود ہے اس حدیث میں منکرین عذاب قبر کی وعید سنائی گئی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عذاب قبر کو اپنی شرعی اور حقیقی شکل وصورت میں من وعن تسلیم کرنا ضروری ہے اور اس کی اصلی اور شرعی شکل و صورت کو مسخ کر کے اور کوئی مصنوعی اور بناوٹی صورت تجویز کرنا انکار کے مترادف ہے جس پر عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

حدیث:۱۴

عن البراء قال لما توفي ابراهيم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان له مرضعا في الجنة. (رواہ البخاری مشکوٰۃ ص ۵۶۸)

ترجمہ: ''حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً اس کے لیے جنت میں دودھ پلانے والی ہے''۔

حدیث:۱۵

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد

فرمایا:

والذی نفسی بیده انه الآن لفی انهار الجنة ینغمس فیھا۔

(ابوداؤد ج ۲ ص ۲۶۰)

ترجمہ: ”مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! بے شک وہ اب جنت کی نہروں میں غوطے کھا رہا ہے“۔

حدیث:۱۶

قال حیث ما مررت بقبر کافر فبشره بالنار معرفة الصحابة۔

(ج ا ص ۲۲۰ ابن ماجہ بزاز وطبرانی رجالہ رجال الصحیح مجمع الزوائد ۱۱۸)

ترجمہ: ”حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کو فرمایا: تو جب کسی کافر کی قبر سے گزرے تو اس کو آگ کی بشارت دینا‘ چنانچہ وہ اعرابی ساری زندگی اپنی یہ ڈیوٹی ادا کرتا رہا ہے“۔

فائدہ

یہ اعرابی‘ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق انہیں قبروں پر جا کر جن میں کافروں کے اجساد وعنصریہ مدفون تھے‘ ان کو آگ کی خوشخبری دیتا رہا‘ کیونکہ علیین اور سجین میں تو کسی انسان کی قبل از موت رسائی ممکن نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ انہیں قبروں میں مردہ انسان کو جزاء وسزا دی جاتی ہے اور یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔

حدیث:۱۷

عن عائشة رضی اللہ عنھا انھا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کلما کان لیلتھا من رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یخرج آخر اللیل الی البقیع فیقول السلام

علیکم دار قوم مؤمنین واتانا وایاکم ما توعدون غدا موجلون وانا ان شاء الله بکم لاحقون، اللهم اغفر لاهل بقیع الغرقد

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۷ ص ۲۷، مسلم ج ۱ ص ۳۱۳-۳۱۴، وشلہ فی الموطا امام مالک ص ۲۲۴)

ترجمہ: ''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں: جس رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی میرے پاس رہنے کی باری ہوتی تھی تو آپ رات کے آخری حصہ میں جنت البقیع کے قبرستان میں چلے جاتے تھے اور فرماتے تھے: اے قومِ مؤمنین کے گھر والو! تم پر سلام ہو! ہمارے اور تمہارے پاس کل قیامت کا وعدہ آنے والا ہے، جس کی ابھی ہمیں مہلت دی گئی ہے اور بے شک ہم آپ کے ساتھ ملنے والے ہیں، اے اللہ! بقیع الغرقد والوں کی مغفرت فرما!''۔

فائدہ

آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے الفاظ میں غور فرمائیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللهم اغفر لاهل البقیع الغرقد ۔ اے اللہ! بقیع الغرقد والوں کی بخشش فرما! ظاہر ہے کہ جنت البقیع کے قبرستان میں اجسادِ عنصریہ ہی مدفون تھے جن کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا مغفرت فرما رہے ہیں، پس اجسادِ عنصریہ کے لیے دعا مغفرت کی دلیل ہے اور مسلم شریف کے الفاظ یہ ہیں:

ان ربك یامرك ان تاتی اهل البقیع فتستغفر لهم ۔ یعنی اے پیغمبر! آپ کو آپ کا رب حکم فرماتا ہے کہ بقیع والوں کے پاس جائیں اور ان کے لیے استغفار کریں، ظاہر ہے کہ اہل بقیع اجسادِ عنصریہ ہیں۔

حدیث: ۱۸

عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم

قال اذا امررتم بقبورنا وقبورکم من اهل الجاهلیة فاخبروا هم انهم فی النار (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج۲ص۱۰۵)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم زمانۂ جاہلیت کی قبروں سے گزرو خواہ وہ ہمارے قبیلہ کے ہوں یا تمہارے قبیلہ کے ان کو کہو کہ تم جہنمی ہو"۔

فائدہ

اہل دنیا کا انہی قبروں پر گزر ہوتا ہے جس میں اجسادِ عنصریہ دفن ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب تم ان قبروں سے گزرو تو ان کو کہو کہ تم جہنمی ہو پس معلوم ہوا کہ جسد عنصری جزاء وسزا میں شریک ہوتا ہے۔

حدیث:۱۹

عن سعید بن مسیب ان زید ان خارجة الانصاری ثم من بنی الحارث بن الخزرج رضی اللّٰہ عنہ توفی زمن عثمان بن عفان رضی اللّٰہ عنہ فسجی بثوبہ ثم انھم سمعوا جلجلة فی صدرہ ثم تکلم ثم قال احمد احمد فی الکتاب الاوّل صدق صدق ابوبکر الصدیق رضی اللّٰہ عنہ الضعیف فی نفسہ القوی فی امر اللّٰہ فی الکتاب الاوّل صدق صدق عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ القوی الامین فی الکتاب الاوّل صدق صدق عثمان بن عفان رضی اللّٰہ عنہ علی منہاجھم الخ

(حیاة الصحابہ ج ۳ ص ۴۲۸ بحوالہ بیہقی حاکم طبرانی ابن ابی الدنیا البدایہ والنہایہ باسانید صحیح ورجال ثقات)

ترجمہ: "حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت زید بن خرجہ انصاری جو بعد میں بنی حارث میں آبسے تھے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں وفات دے گئے تو یہ ایک کمرے میں

ڈھانپ دیئے گئے' پھر صحابہ کرام نے گنگناہٹ ان کے سینے میں سنی' پھر انہوں نے کلام کیا اور کہا: احمد احمد' اللہ کی پہلی کتاب میں ہے' سچ کہا سچ کہا ابوبکر صدیق نے جو فی نفسہ کمزور تھے اور اللہ کے معاملہ میں نہایت قوی' اللہ کی پہلی کتاب میں اسی طرح ہے' سچ کہا سچ کہا عمر بن خطاب نے جو قوی اور امین تھے' اللہ کی پہلی کتاب میں اسی طرح ہے' سچ کہا سچ کہا عثمان بن عفان نے جو ان حضرات کے طریقہ پر ہیں' الخ''۔

فائدہ

حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہما دونوں باپ بیٹا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں' حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں جبکہ ان کے والد ماجد جنگ اُحد کے شرکاء میں سے ہیں' حضرت زید رضی اللہ عنہ کا مرنے کے بعد کلام کرنا' محدثین کے ہاں مشہور بات ہے' چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ان کے حالات میں لکھتے ہیں: ذکرہ البخاری وغیرہ انہ الذی تکلم بعد الموت ۔ یعنی بخاری وغیرہ محدثین نے ذکر کیا ہے کہ یہ وہ صحابی ہیں جس نے مرنے کے بعد کلام کیا ہے۔ (الاصابۃ فی تمیز الصحابہ ج ا ص ۵۶۵۔ ج ۲ ص ۱۲۴) امام ابن البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وھو الذی تکلم بعد الموت لا یختلفون فی ذلک ۔ حضرت زید بن خارجہ وہ ہیں جس نے مرنے کے بعد کلام کیا اور اس میں کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ج ا ص ۵۶۱' برہامش الاصابہ) حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کا موت کے بعد کلام کرنا چونکہ اسانید صحیحہ سے مروی ہے' لہٰذا یہ حیات قبر کی واضح دلیل ہے' یاد رہے کہ میت کا کلام کرنا' سوالوں کے جواب دینا اور عذاب کی وجہ سے آہ وفغاں کرنا وغیرہ اُمور قانون خداوندی کے تحت ہیں' اسی لیے تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری میں یہ باب قائم کرکے اپنا عقیدہ بیان فرمایا ہے: باب قول المیت وھو علی الجنازۃ ۔ یعنی میت کا چارپائی پر باتیں کرنا۔ پھر حدیث قدسی سے اپنے عقیدہ کو مدلل

فرمایا ہے' بہر حال عالم قبر و برزخ میں یہ اُمور قانونِ الٰہی کے تابع ہیں' البتہ بعض اوقات ان اُمور کا دنیا والوں کے لیے ظاہر ہو جانا' بے شک خرقِ عادت ہے اور بندہ عاجز کر استدلال اس قسم کے واقعات کے موجود ہونے پر مبنی ہے' نہ کہ ان کے ظہور پر۔

حدیث: ۲۰

انها سمعت عائشة رضى الله عنها زوج النبى صلى الله عليه وسلم قالت انما مر النبى صلى الله عليه وسلم على يهودية يبكى عليها اهلها فقال انهم يبكون عليها وانها لتعذب فى قبرها۔

(بخاری ج ا ص ۱۷۲' وفی روایۃ مر النبی علی قبر الحدیث ابوداؤد ج ۲ ص ۹۰)

ترجمہ: "اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک یہودی عورت پر یا یہودی مرد پر گزر ہوا (جو کہ قبر میں دفن ہو گیا تھا) اور اس کے رشتہ دار اس پر رو رہے تھے' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اس پر رو رہے ہیں اور اس کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے"۔

فائدہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہودی کی مردہ لاش یعنی جسد عنصری پر گزر ہوا جو کہ قبر میں دفن وہ چکا تھا' اسی مردہ لاش یعنی جسد عنصری کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے اور یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ جسدِ عنصری کی جزاء و سزا میں شامل ہوتا ہے اور یہی عذابِ قبر حیاتِ قبر کی دلیل ہے' اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر اس وقت ہوا کہ ابھی یہودی کی میت دفن نہیں ہوئی تھی' بلکہ باہر پڑی تھی تو پھر بھی اہل سنت والجماعت کے مدعا پر کوئی اثر نہیں پڑتا' کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی مردہ لاش کی عذاب کی اطلاع دی ہے' خواہ وہ دفن ہو چکی تھی یا ابھی دفن نہیں ہوئی تھی' بہر حال عذاب تو اسی مردہ لاش کو رہا تھا' جس پر

آپ کا گزر ہوا اور وہ جسد عنصری ہی ہے مردہ لاش کے باہر ہونے کی صورت بھی انھا لتعذب فی قبرھا کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے پس موت کے بعد اور دفن ہونے سے پہلے جو عذاب دیا جاتا ہے اس کو مجازاً یا تغلیباً عذاب قبر کہہ دیا جاتا ہے۔ فلا اشکال فیہ فافھم ثم فافھم۔

حدیث:۲۱

عن ابی مرثد الغنوی رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیھا۔ (رواہ مسلم مشکوٰۃ ص ۱۴۸)

ترجمہ: "حضرت ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبروں پر مت بیٹھو اور ان کی طرف رخ کر کے نماز بھی نہ پڑھو"۔

حدیث:۲۲

عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لان یجلس احدکم علی جمرۃ فتحرق ثیابہ فتخلص الی جلدہ خیر لہ من ان یجلس علی قبر۔
(رواہ مسلم ومشکوٰۃ ص ۱۴۸)

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص آگ کے انگارے پر بیٹھ جائے اور وہ انگارا اس کا کپڑا جلا کر اس کے جسم تک پہنچ جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ قبر کے اوپر بیٹھے"۔

فائدہ

مذکورہ بالا دونوں حدیثوں میں دو کاموں سے منع کیا گیا ہے ایک تو قبر کی طرف رخ

کر کے نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اس سے بت پرستوں سے مشابہت لازم آتی ہے اور دوسرا قبر پر بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ صاحبِ قبر واجب الاحترام ہے اور قبر پر بیٹھنا اس کے احترام کے خلاف ہے۔ پس ثابت ہوا کہ قبروں میں مدفون جسد عنصری احترام کا حقدار ہے اور اگر مجرم ہے تو پھر سزا کا بھی حق دار ہے۔

حدیث: ۲۳

اخرج ابن ابی الدنیا فی الباعث وابو الشیخ فی السنة والحاکم فی الکنی والبیھقی فی کتاب عذاب قبر والاصفھا فی الحجة وغیرھم عن عمر رضی اللہ عنه قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یا عمر کیف انت اذا کنت فی اربعة اذرع من الارض فی ذراعین ولاتیت منکرا ونکیرا فقالت یا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وما منکر و نکیر قال فتانا القبر یبحثان القبر بالیابھما ویطاء ن فی اشعارھما اصواتھما کالرعد القاصف وابصارھما کالبرق الخاطب معھما مزربة لو اجتمع علیھا اھل منی لم یطیقوا فعھا ھی ایسر علیھما من عصای ھذا ویبد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم عصیة یحرکھا فامتحناك فان تعابیت او تلویت فرباك بھا ضربة تعیر بھا رما داقلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وانا علی حالی ھذا قال نعم قال اذن اکیکھما۔ (کذا فی الکنز ج ۸ ص ۱۲۱ واخرجه سعید ابن منصور نحوه حیات الصحابہ ج ۳ ص ۱۱۹، ترغیب ج ۴ ص ۱۸۳، احکام القرآن ج ۴ ص ۹۱ و فی الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنھما مثلہ الاحسان فی ترتیب صحیح ابن حبان ج ۵ ص ۴۷)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! تیرا کیا حال ہوگا جب تو زمین کی ہاتھ کی جگہ میں ہوگا جو دو ہاتھ چوڑی ہوگی اور منکر نکیر کو دیکھے گا؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! منکر نکیر کون ہیں؟ فرمایا: قبروں میں امتحان لینے والے فرشتے' قبر کو اپنے دانتوں سے کریدیں گے اور ان کے بال پیروں تک لمبے ہوں گے' ان دونوں کی آوازیں مانند سخت گرجنے والی بجلی کے ہوں گی اور ان دونوں کی آنکھیں مانند اُچک لینے والی بجلی کی ہوں گی' ان کے پاس گرز ہوگا جو اتنا وزنی ہوگا کہ اگر منٰی کا تمام باشندے اس کو اُٹھانا چاہیں تو اس کو نہ اُٹھا سکیں گے اور یہ گرز ان دونوں فرشتوں کے لیے اُٹھانا ایسا آسان ہوگا جیسے میرا یہ عصا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک عصا تھا جس کو آپ ہلا رہے تھے' وہ دونوں تیرا امتحان لیں گے' اگر تو جواب سے عاجز آ گیا' یا تو نے ذرا بھی انکار کیا تو تجھ کو اس گرز سے ایک ایسی مار ماریں گے جس کی وجہ سے تو راکھ ہو جائے گا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنی اسی حالت پر ہوں گا' میرا عقل و ہوش ٹھکانے پر ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تیرا عقل و ہوش و حواس ایسے ہوگا جیسے آج ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تب تو میں ان دونوں کے لیے کافی ہوں' یعنی پھر میرے لیے جواب دینا کوئی مشکل نہیں ہے''۔

وفی مسند احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مثلہ مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۱۶۲' واخرج عبدالرزاق فی مصنفہ عن عمرو بن دینار مثلہ' مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۸۳' یہ روایت احیاء علوم الدین للغزالی ج ۴ ص ۵۰۳' اعلام الموقعین لابن قیم ج ۴ ص ۲۸۸' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۴۷' میزان الاعتدال للذہبی ج ۱ ص ۳۹۳' شرح فقہ اکبر لعلی قاری ص ۱۰۲' التذکرہ للقرطبی ص ۱۴۸' ریاض النضرہ ج ۲ ص ۴۲ میں بھی موجود ہے۔

حدیث:۲۴

ان ابن عمر رضی اللہ عنہما اخبرہ قال اطلع النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی اھل قلیب فقال وجدتم ثم وعدکم ربکم حقا فقیل لہ تدعوا امواتا قال ما انتم باسمع منھم فلکن لا یجیبون وعن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت انما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انھم لیعلمون الآن ان ما کنت اقول لھم حق وقد قال اللہ انک لا تسمع الموتٰی۔ (بخاری ج۱ص۱۸۳)

ترجمہ: ”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قلیب بدر (جس میں مشرکین کے مقتولین کی نعشوں کو پھینکا گیا تھا) والوں کو جھانک کر فرمایا تھا کہ میرے رب نے جو تمہارے ساتھ ذلت وشکست اور عذاب کا وعدہ فرمایا تھا، کیا تم نے وہ سچ کر پایا؟ آپ کو کہا گیا: کیا آپ مُردوں کو آواز دے رہے ہیں جس میں روح نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے، لیکن وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ اب جان رہے ہیں کہ میں ان کو جو کچھ کہتا ہوں وہ حق وسچ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے پیغمبر! آپ موتی کو نہیں سنا سکتے یعنی وہ کافر جن کے دل مردہ ہو چکے ہیں آپ ان کو نہیں سنا سکتے، یعنی نہیں منوا سکتے“۔

فائدہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے سماع میت ثابت ہے اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے علم میت ثابت ہے، سماع میت بھی میت کی حیات پر دلالت کرتا ہے اور علم وفہم میت بھی میت کی حیات پر دلالت کرتا ہے اور یہی اہل سنت

والجماعت کا مسلک ہے کہ اللہ تعالیٰ میت کے اندر اتنی حیات اور اتنا علم و شعور اور فہم و ادراک پیدا فرماتے ہیں جس کی وجہ سے میت دکھ و سکھ اور جزاء و سزا کو محسوس کرتی ہے' مسند احمد کی روایت میں سیدہ سے یفھمون کے الفاظ بھی مروی ہیں' بہر حال سیدہ میت کے علم و فہم اور شعور و ادراک کی قائل ہے جیسا کہ خود بخاری کی روایت سے بھی ظاہر ہے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ باب ما جاء فی عذاب القبر یعنی حیات القبر میں لایا ہے اور بخاری شریف کے حاشیہ پر بحوالہ قسطلانی لکھا ہے کہ یہ حدیث حیاتِ قبر پر دلالت کرتی ہے۔

حدیث: ۲۵

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بہت بڑے زاہد و عابد صحابی تھے' صوم و صلوٰۃ کے ساتھ وہ بڑی محبت رکھتے تھے اور عبادات میں اتنے منہمک رہتے تھے کہ اپنی جان کی بھی پرواہ نہ کرتے تھے' بیوی کی طرف بھی خیال نہیں جاتا تھا اور کسی دوست و مہمان کی طرف بھی التفات نہ فرماتے تھے' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی کثرت عبادت کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا کر فرمایا کہ کچھ دیر قیام کیا کرو اور کچھ دیر آرام کر لیا کرو' کبھی نفلی روزہ رکھ لیا کرو اور کبھی افطار بھی کر لیا کرو' کیونکہ (فان لجسدك عليك حقا وان لعينك عليك حقا وان لزورك عليك حقا وان لزوجك عليك حقا)۔

(بخاری ج۲ ص ۹۰۵)

یعنی تجھ پر تیرے جسد کا حق ہے' تیری آنکھوں کا حق ہے' تیرے ملاقاتی کا حق ہے' تیری بیوی کا حق ہے۔

فائدہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان نے فرما دیا کہ جسد عنصری کا حق ہے لہٰذا اس کو کسی عالم میں اپنے حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔

دنیا میں بھی جسد عنصری حقدار ہے اور قبر و برزخ میں بھی حقدار ہے اور آخرت میں بھی حقدار ہے اور یہی اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ جسد عنصری ہر عالم میں جزاء وسزا کا حقدار ہے۔

حدیث: ۲۶

عن عبد اللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ان احدکم اذا مات عرض علیہ مقعدہٗ بالغداۃ والعشی ان کان من اھل الجنۃ فمن اھل الجنۃ وان کان من اھل النار فمن اھل النار فیقال ھذا مقعدك حتی یبعثك اللّٰہ یوم القیامۃ۔ (بخاری ج اص ۱۸۴)

ترجمہ: ''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جب کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے تو اس پر اس کا ٹھکانہ صبح وشام پیش کیا جاتا ہے، اگر وہ شخص بہشتی ہے تو بہشت کا ٹھکانہ اس پر پیش کیا جاتا ہے اور اگر وہ شخص جہنمی ہے تو جہنم کا ٹھکانہ اس پر پیش کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانہ ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تجھے یہاں سے اٹھائے گا''۔

فائدہ

اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمارہے ہیں کہ مرنے کے بعد ہر شخص کو اپنا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے، بہشتی کو بہشت کا ٹھکانہ اور جہنمی کو آگ کا ٹھکانہ اور کہا جاتا ہے کہ جب اللہ عزوجل تجھ کو قیامت کے دن اٹھائے گا یہ تیرا ٹھکانہ ہوگا کیونکہ قیامت کے دن یقیناً جسد عنصری نے اٹھنا ہے لہٰذا یہ ٹھکانہ بھی صبح وشام جسد عنصری پر پیش کیا جاتا ہے پس ثابت ہوا کہ قبر و برزخ کی جزاء وسزا میں جسد عنصری شریک ہوتا ہے۔

حدیث: ۲۷

بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ جب مؤمن آدمی سے قبر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال کیا جاتا ہے اور مؤمن آدمی صحیح صحیح جواب دے دیتا ہے تو اس کو کہا جاتا ہے: نم صالحا یعنی مزے سے سو جا۔ (بخاری ج۱ص۱۹)

فائدہ

علماء اہل سنت والجماعۃ قبر کی زندگی اور قبر کی جزاء وسزا کو قرب الاذہان کے لیے جو خواب کی مثال دیتے ہیں' اس کی بنیاد یہی حدیث ہے' جس طرح عالم خواب میں روح جسد سے باہر ہونے کے باوجود جسد کو اپنے ہمراہ محسوس کرتی ہے اور عالم خواب کے دُکھ و سکھ سے متاثر ہوتے ہیں' اسی طرح عالمِ قبر و برزخ میں روح جسد سے نکلنے کے باوجود جسد عنصری کو اپنے ہمراہ محسوس کرتی ہے اور وہاں کے دُکھ دسکھ کو دنیا کی زندگی اور دنیا کے خواب پر پورا پورا قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

دنیا کی زندگی اور دنیا کا خواب محسوس ہوتا ہے لیکن قبر کی زندگی اور قبر کا خواب' ہمارے لیے غیر محسوس ہے' چونکہ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عالم کی زندگی اور خواب کی اطلاع دی ہے' اس لیے اس پر ایمان ضروری ہے۔

قبر کی زندگی پر دلالت کرنے والی احادیث شریفہ

آپ نے جو آیات بینات پڑھ لیں' جن سے قبر کی جزاء وسزا اور قبر کی زندگی ثابت ہوتی ہے' ہر آیت سے استدلال کرنے کے ساتھ حضرات مفسرین کرام کی تصدیق بھی بحوالہ درج کر دی گئی ہے' کسی آیت کے متعلق یا خود عقیدہ حیات قبر کے متعلق جتنے شکوک وشبہات کے اُبھرنے کا امکان تھا' ان کے شافی وکافی جوابات سپرد قلم کر دیے گئے ہیں۔

اور اب آپ کی خدمت میں ذخیرہ احادیث متواترہ سے چند حدیثیں پیش کی جاتی ہیں' جن سے قبر کی جزاء وسزا اور قبر کی زندگی ثابت ہوتی ہے بندہ عاجز نے یہاں صرف ان حدیثوں کو نقل کیا ہے' جن سے خاص کر جسد عنصری کا جزاء وسزا میں شریک ہونا واضح طور

پر معلوم ہوتا ہے کیونکہ روح کی جزاء وسزا میں اختلاف نہیں ہے یہ تو اتفاقی مسئلہ ہے اور اختلاف جسد عنصری میں ہے کہ آیا یہ جزاء وسزا میں حصہ دار ہے یا نہ لہٰذا بندۂ عاجز کی توجہ زیادہ تر اسی کی طرف ہے۔

عن ابی سعید رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا وضعت الجنازۃ فاحتملھا الرجال علی اعناقھم کان کنت صالحۃ قالت قدمونی وان کانت غیر صالحۃ قالت لاھلھا تاویلھا این تذھبون بھا یسمع صوتھا کل شیء الا الانسان ولاسمع لصعق۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۱۷۵، ۱۷۶، مشکوٰۃ شریف ص ۱۴۴، نسائی شریف ج ۱ ص ۲۱۰)

ترجمہ: ”حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میت کو (چارپائی پر) رکھا جاتا ہے اور لوگ اس کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر لے چلتے ہیں، پس اگر وہ نیک ہے تو کہتی ہے: مجھے جلدی لے چلو اور اگر غیر صالح ہے تو کہتی ہے: ہائے میری ہلاکت! مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ اس کی یہ آواز سوائے انسان کے ہر چیز سنتی ہے اور اگر انسان سن لے تو بے ہوش ہو جائے“۔

اس صحیح اور صریح چیز سے معلوم ہوتا ہے کہ جسد عنصری برزخ وقبر کی جزاء وسزا میں شامل ہوتا ہے کیونکہ یہ جسم عنصری جس کو لوگوں نے کندھوں پر اٹھا رکھا ہے، اگر نیک صالح ہے تو کہتا ہے کہ مجھے جلدی لے چلو اور اگر غیر صالح ہے تو فریاد کرتا ہے کہ ہائے میری ہلاکت! مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ پس نیک صالح کو اپنا انجام خیر اور جزائے خیر نظر آتی ہے اس لیے پیش قدمی کا حکم کرتا ہے اور اگر غیر صالح کو اپنا انجام بد اور سزا نظر آتی ہے جس کی وجہ سے فریاد کرتا ہے۔ باقی مردے کا چارپائی پر کلام کرنا زبان قال سے ہے نہ کہ زبان حال سے کیونکہ حدیث میں یسمع صوتھا اور صوت ازبان قال کی

ہوتی ہے نہ کہ زبانِ حال کی' اسی طرح سماع زبانِ قال کا ہوتا ہے نہ کہ زبانِ حال کا۔ نیز حدیث میں ہے کہ اس کی آواز سوائے انسان کے ہر شئی سنتی ہے حالانکہ زبانِ حال یعنی میت کی حالت کو تو انسان محسوس کرتا ہے کیونکہ وہ شعور کامل رکھتا ہے اور دوسری چیزیں تو زبانِ حال کو محسوس نہیں کر سکتیں' کیونکہ ان میں شعور کامل نہیں ہے اور یہاں فرمایا گیا ہے کہ اس کی آواز کو انسان نہیں سنتا' باقی سب چیزیں سنتی ہیں' لہٰذا وہ زبانِ قال ہی ہے جو اللہ تعالیٰ انسان کو نہیں سنتا' کیونکہ یہ برداشت نہ کر سکے گا اور بے ہوش ہو جائے گا' اسی لیے تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر یوں باب قائم کیا ہے: باب کلام المیت وھو علی الجنازۃ ۔ یعنی مردے کا چارپائی پر کلام کرنا اگر مردہ کا کلام کرنا زبانِ حال سے بھی ہو تو پھر بھی اہل سنت کا مدعا ثابت ہے' کیونکہ زبانِ حال کا مطلب یہ ہے کہ نیک صالح بندے کی حالت خوشی پر دلالت کرتی ہے اور غیر صالح کی حالت غمی پر دلالت کرتا ہے اور یہی اہل سنت والجماعت کا مدعا اور عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد آدمی کو جو خوشی اور غمی یا جزاء وسزا ملتی ہے' اس میں جسد عنصری شریک و سہیم ہوتا ہے اور یہ حدیث اس عقیدہ پر نص قطعی کی حیثیت رکھتی ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسرعوا بالجنازۃ فان تک صالحۃ فخیر تقدمونھا الیہ وان تک سوی ذلک فشر تضعونہ عن رقابکم متفق علیہ۔

(مشکوۃ ص ۱۴۴' بخاری ج ۱ ص ۱۷۶' مسلم شریف ج ۱ ص ۳۰۶' وفی روایۃ فان کانت صالح قرّبتموھا الیہ مسلم ج ۱ ص ۳۰۷)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے دفن کرنے والے ساتھی واپس لوٹتے ہیں' یقیناً وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سن رہا ہوتا ہے کہ اس کے پاس دو فرشتے آ جاتے ہیں اس کو بٹھلا دیتے ہیں اور

کہتے ہیں: تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ سو مومن کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، پس اس سے کہا جاتا ہے کہ تو اپنا آگ کا ٹھکانہ دیکھ لے، تحقیق اللہ تعالیٰ تجھے اس کے بدلے جنت کا ٹھکانہ عطاء فرمایا ہے پس وہ دونوں مقاموں کو دیکھتا ہے اور لیکن منافق اور کافر پس اسے کہا جاتا ہے تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا ہے پس وہ کہتا ہے: میں نہیں جانتا، جس طرح لوگ کہتے ہیں میں بھی اسی طرح کہتا تھا پس اسے کہا جاتا ہے نہ تو نے جانا نہ تو نے پڑھا اور لوہے کے ہتھوڑوں سے اسے ایسا مارا جاتا ہے کہ وہ چیخیں مارتا ہے اور اس کی چیخ و پکار جن اور انس کے علاوہ اردگرد کے جانور سنتے ہیں"۔

فائدہ

اس صحیح اور صریح حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس جسد عنصری کو لوگ قبر ارضی میں دفن کر کے واپس ہوتے ہیں، ابھی وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سن رہا ہوتا ہے، اس کے پاس دو فرشتے نکیرین آجاتے ہیں اور اس سے سوال کرتے ہیں اور اس کے ایمان و عمل کے مطابق اس کو جزاء یا سزا دیتے ہیں، پس ثابت ہوا کہ جسد عنصری جزاء و سزا میں شریک و سہیم ہوتا ہے اور یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔

عن عائشة رضي الله عنها قال دخلت علی عجوزان من عجز يهود المدينة فقالتا ان اهل القبور يعذبون في قبورهم قالت فكذبتهما ولم انعم ان اصدقهما فخرجتا دخل علي رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت له يا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان عجوزين من عجز يهود المدينة دخلتا علي فزعمتا ان اهل القبور يعذبون في قبورهم فقال صدقتا انهم يعذبون عذابا تسمعه البهائم۔

(مسلم ج ۱ ص ۲۱۷، مسند احمد ج ۷ ص ۶۸)

ترجمہ: ''سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' فرماتی ہیں کہ میرے پاس یہودِ مدینہ کی بوڑھیوں میں سے دو بوڑھیاں آئیں اور انہوں نے کہا کہ قبروں میں اہل قبور کو عذاب دیا جاتا ہے' میں نے ان کی بات کی تصدیق کرنا اچھا نہ سمجھا اور ان کو جھٹلا دیا' پس وہ دونوں چلی گئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہودِ مدینہ کی بوڑھیوں میں سے دو بوڑھیاں میرے پاس آئیں' ان کا گمان ہے کہ قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ سچ کہتی ہیں' یقیناً اہل قبور کو قبروں میں ایسا عذاب دیا جاتا ہے جس کو بہائم' یعنی جانور' چوپائے وغیرہ سنتے ہیں۔

فائدہ

اس حدیث میں ہے کہ عذابِ قبر کی چیخ و پکار اور فریاد بہائم سنتے ہیں' یعنی چوپائے وغیرہ جانور یہاں ہیں' جہاں اجسادِ عنصریہ مدفون ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ان ارضی قبروں میں اجسادِ عنصریہ کو یہ عذاب ہوتا ہے جس کو اردگرد کے بہائم سنتے ہیں' علیین اور سجین میں بہائم کا موجود ہونا ثابت نہیں ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

مر النبي صلي اللّٰه عليه وسلم علي قبرين فقال انهما يعذبون وما يعذبان من كبير ثم قال بلي اما احدهما فكان يسعي بالنميمة واما لاحدهما فكان لا يستتر من بوله قال ثم اخذ عودا رطبا فكسره باثنين ثم غرز كل واحد منهما علي قبر ثم قال لعله يخفف عنهما مالم ييبسا.

(بخاری ج ۱ ص ۱۸۲-۱۸۳ نسائی ج ۱ ص ۲۲۵)

ترجمہ: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں پر گزر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا: ان دونوں قبروں میں عذاب دیا جا رہا ہے اور کسی بڑے گناہ میں عذاب نہیں دیا جا رہا' بلکہ ایک چغل خوری کرتا تھا اور دوسرا اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا' پھر آپ نے کھجور کی تازہ ٹہنی کو لے کر اسکے دو حصے کیے اور ہر ایک قبر پر ان کو گاڑھ دیا اور فرمایا کہ شاید جب تک خشک نہیں ہوتیں' عذاب میں تخفیف رہے''۔

فائدہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر انہیں زمین والی قبروں پر ہوا' جہاں اجسادِ عنصریہ مدفون تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجسادِ عنصریہ کو عذاب میں گرفتار دیکھا تو ان کے لیے دعا بھی فرمائی اور بطورِ علامت کے سبز ٹہنی بھی گاڑھ دی' شاید جب تک یہ خشک نہیں ہوتی' عذاب ہلکا ہو جائے گا۔ پس یہ حدیث جسدِ عنصری کی جزاء و سزا کے لیے نص قطعی ہے۔ شاید کوئی شخص یہ کہے کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے' یعنی ایک وقتی چیز ہے جس کا ظہور کبھی کبھی ہوتا ہے' یہ دائمی عذاب نہیں ہے' جواباً عرض ہے کہ یہاں دو مختلف امر ہیں' ایک ہے عذاب کا ہونا اور دوسرا ہے اس ہونے والے عذاب کو دیکھنا اور اس کا مشاہدہ کرنا۔ امرِ اول یعنی عذاب کا ہونا معجزہ نہیں۔ امرِ ثانی یعنی عذاب کو دیکھنا اور اس کا مشاہدہ کرنا بے شک معجزہ ہے' یعنی ان کو عذاب اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے ہو رہا تھا جیسا کہ حدیث میں وضاحت مذکور ہے' لیکن قبر کی کارروائی اور جزاء و سزا ایک نہ نظر آنے والی چیز ہے جس کو عام لوگ نہیں دیکھ سکتے کیونکہ یہ غیب اور برزخ کی چیز ہے' پس عام لوگوں کو نظر نہ آنے والی چیز کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھ لینا ایک معجزہ ہے اور ہمارا استدلال عذاب ہونے سے ہے' عذاب دیکھنے سے نہیں ہے' عذاب کا ہونا معجزہ نہیں ہے' بلکہ ضابطہ اور قانون ہے۔ پس ثابت ہوا کہ عذابِ قبر کا ہونا وقتی چیز نہیں بلکہ دائمی چیز ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے سے پہلے بھی ہو رہا تھا اور اس کے بعد بھی ہوتا رہا' البتہ آپ کا اس کو دیکھنا اور مشاہدہ کرنا ایک وقتی امر اور معجزہ ہے' ان دو امور میں فرق نہ کرنے

وجہ سے یہ شبہ پیدا ہوا، ورنہ جس سے استدلال ہے وہ معجزہ نہیں اور جو معجزہ ہے اس سے استدلال نہیں۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم جآء ملك الموت الی موسیٰ علیہ السلام بن عمران فقال له اجب ربك قال فلطم عین ملك الموت ففقاء ھا قال فرجع الملك الی اللّٰہ فقال انك ارسلتنی الی عبد لك لا یرید الموت وقد فقاء عینی قال فرد اللّٰہ الیہ عینہ وقال ارجع الی عبدی فقل الحیوۃ ترید فان کنت ترید الحیوۃ فضع یدك علی متن ثور فما توارت یدك من شعرۃ فانك تعیش بھا سنۃ قال ثم تموت قال فان من قریب رب ادننی من الارض المقدسۃ رمیۃ بحجر قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم واللّٰہ لو انی عندہ لا اریتکم قبرہ الی جنب الطریق عند الکثیب الاحمر متفق علیہ۔

(مشکوٰۃ ص ۵۰۷۔۸۔۵۰، بخاری ج ۱ ص ۱۷۸)

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ملک الموت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا، اُن سے کہا کہ تمہارا رب تمہیں بلا رہا ہے (پیغام موت تھا) پس موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کی آنکھ پر تھپڑ مارا اور اس کی آنکھ کو نکال ڈالا، ملک الموت اللہ تعالیٰ کی طرف گیا، اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ کو درست کر دیا اور کہا کہ میرے بندے کی طرف واپس جاؤ اور کہہ کہ اگر تو دنیا کی زندگی چاہتا ہے تو اپنا ہاتھ بیل کی پیٹھ پر رکھ دے جتنے بال تیرے ہاتھ کے نیچے آ جائیں گے تیری زندگی کے اتنے سال بڑھا دیے جائیں گے موسیٰ علیہ السلام نے

کہا: پھر کیا ہوگا؟ ملک الموت نے کہا: پھر موت آئے گی تو موسیٰ علیہ السلام کہا: پھر اب موت دے دے اور کہا: اے رب! مجھے بیت المقدس کے قریب ایک پتھر مارنے کے فاصلے پر کردے (تاکہ میری موت اور میرا دفن بیت المقدس کے قریب انبیاء کرام کی قبروں کے پاس ہو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں وہاں ہوتا تو آپ کو موسیٰ علیہ السلام کی قبر دکھاتا جو راستے کے قریب سرخ ٹیلے کے پاس ہے“۔

فائدہ

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارضِ مقدس یعنی پاک زمین میں انبیاء کرام علیہم السلام کی قبروں کے ساتھ دفن ہونے کو پسند فرمایا' اسی لیے وہاں تک جانے کی مہلت طلب کی' پس ثابت ہوا کہ مرنے کے بعد کسی متبرک مقام میں دفن ہونے اور صالحین کی قبور کے پاس دفن ہونے سے مردہ کو فائدہ اور نفع ہوتا ہے' اسی لیے تو اس حدیث پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یوں باب قائم کیا ہے: باب امن احب الدفن الی الارض المقدسۃ ونحوھا ۔ اور قبروں میں اجسادِ عنصریہ مدفون ہوتے ہیں لہٰذا ارضِ متبرکہ اور قربِ صالحین سے جسد عنصری نفع اُٹھاتا اور فوائد و برکات سے مستفیض ہوتا ہے کیونکہ روح کا اس کے ساتھ تعلق ہوتا ہے' جس کی کیفیت اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے' اس حدیث سے بھی ثابت ہوگیا کہ جسد عنصری روح کے ساتھ شریک حیات بھی ہوتا ہے اور شریک رنج و راحت بھی اور یہی اہل سنت والجماعۃ کا مسلک ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان امرأۃ سودا کانت تقم المسجد او شاب ففقدھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسأل عنھا او عنہ فقالوا مات قال افلا کنتم اذنتمونی قال فکانھم صغروا امرھا فقال دلونی علی قبرہ فدلوہ فصلی علیھا ثم قال ان ھذہ القبور مملوۃ ظلمۃ علی اھلھا وان اللہ

ینورها لهم بصلوتي عليهم متفق عليه ولفظه لمسلم.

(مشکوٰۃ ص ۱۴۵، مسلم ج ۱ ص ۳۱۰)

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک کالے رنگ کی عورت مسجد نبوی کی صفائی کرتی تھی یا ایک مرد تھا، جب آپ نے ایک دفعہ اس کو نہ پایا تو اس کے بارے میں سوال کیا، صحابہ کرام نے جواب دیا کہ وہ فوت ہو گئی ہے (اور دفن بھی ہو چکی ہے) آپ نے فرمایا: تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی؟ راوی کہتا ہے کہ صحابہ نے گویا یہ معمولی بات سمجھ کر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تکلیف نہ دی، آپ نے فرمایا: مجھے اس کی قبر دکھلاؤ، صحابہ نے قبر دکھائی، آپ نے صحابہ کو صف بندی کا حکم دیا اور قبر پر نمازِ جنازہ ادا کی، پھر ارشاد فرمایا کہ یہ قبریں اندھیرے سے بھری ہوئی ہوتی ہیں، اور اللہ تعالیٰ میری نمازِ جنازہ ادا کرنے کی وجہ سے ان کو منور فرما دیتا ہے۔“

فائدہ

یہ حدیث بھی قبر کی زندگی اور اس کی جزاء و سزا کی دلیل ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی قبور جن میں اجسادِ عنصریہ مدفون ہیں، کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ قبریں ظلمت اور اندھیروں سے پُر ہوتی ہیں اور دعا صلوٰۃ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو منور فرما دیتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ قبروں میں مردوں کو اندھیروں سے تکلیف اور روشنی سے راحت نصیب ہوتی اگر میت میں رنج و راحت کا ادراک نہ ہو تو اس کے لیے اندھیرا اور اُجالا یکساں ہوں گے، پھر تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا و صلوٰۃ کا کوئی فائدہ نہ ہو گا، معاذ اللہ! پس ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا و صلوٰۃ کی برکت سے جب اندھیرا اُجالے میں تبدیل ہوتا ہے تو قبروں میں پڑے اجسادِ عنصریہ کو راحت نصیب ہوتی ہے اور اندھیرا ان کے لیے تکلیف دہ ہوتا ہے یہ سب کچھ اس طرح ہوتا ہے کہ ارواح کا اجسادِ عنصریہ سے تعلق ہوتا ہے۔

وعن زيد بن ثابت قال بينا رسول الله صلى الله عليه وسلم في حائط لبني النجار على بغلة له ونحن معه اذ حادتبه فكادت تلقيه واذا اقبر ستة او خمسة فقال من يعرف اصحاب هذه الاقبر قال رجل انا قال فمتى ماتوا قال في الشرك فقال ان هذه الامة تبتلى في قبورها فلو لا ان لا تدافنوا الدعوات الله ان يسمعكم من عذاب القبر الذى اسمع منه ثم اقبل علينا بوجهه فقال تعوذوا بالله من عذاب النار قالوا نعوذ بالله من عذاب النار قال تعوذوا بالله من عذاب القبر قالوا نعوذ بالله من عذاب القبر. (الحديث)

(مشکوٰۃ شریف ص ۲۵، رواہ مسلم ص ۳۸۶)

ترجمہ: ''حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی نجار میں باغ میں تھے اور ہم بھی آپ کے ہمراہ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر سوار تھے، اچانک آپ کا خچر بدکا اور قریب تھا کہ آپ کو گرادے، اچانک سامنے پانچ چھ قبریں تھیں، آپ نے فرمایا: ان قبر والوں کو کون پہچانتا ہے؟ ایک شخص نے کہا: میں پہچانتا ہوں، آپ نے فرمایا: یہ لوگ کب مرے تھے؟ اس نے کہا: شرک میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً اس امت کو قبروں میں آزمایا جاتا ہے، اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ تم مردے دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا کہ وہ تمہیں بھی کچھ سنا دے جو میں سن رہا ہوں، پھر آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ آگ کے عذاب سے پناہ مانگو، ہم نے آگ کے عذاب سے پناہ مانگی، پھر فرمایا: قبر کے عذاب سے پناہ مانگو، ہم نے قبر کے عذاب سے پناہ

مانگی"۔

فائدہ

اس صحیح اور صریح حدیث کا ایک ایک جملہ بتاتا ہے کہ قبر میں مدفون جسد عنصری بہ تعلق روح، ہر جزاء وسزا اور رنج وراحت میں شریک اور سہیم ہوتا ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان اور آپ علیہ السلام کے خچر کا گزر انہیں قبروں سے ہوا، جس میں اجساد عنصریہ مدفون ہیں اور ان کے عذاب کو دیکھ کر خچر بدکا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میں اگر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگوں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں قبروں میں ہوتا ہوا عذاب دکھا دے تو تم مردے کو دفن کرنا بھی چھوڑ دو گے، دلالت کرتا ہے کہ انہی قبروں میں عذاب ہوتا ہے جن میں اجسادِ عنصریہ کو دفن کیا جاتا ہے، اگر ان قبروں میں عذاب نہ ہوتا تو آپ یہ بات نہ فرماتے کہ ڈر ہے کہ تم مردے دفن کرنا چھوڑ دو گے، بہر حال یہ حدیث حیاتِ قبر اور عذابِ قبر کی بڑی وزنی دلیل ہے۔

عن ابی هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قبر الميت اتاه ملكان اسودان ازرقان يقال لاحدهما المنكر وللآخرة النكير فيقولان ما كنت تقول في هذا الرجل فيقول هو عبد الله ورسوله اشهد ان لا اله الا الله وان محمدًا عبده ورسوله فيقولان قد كنا نعلم انك تقول هذا ثم يفسح له في قبره سبعون ذراعًا سبعين ثم ينور له فيه ثم يقال له نم فيقول ارجع الى اهلي فاخبرهم فيقولان نم كنومة العروس الذي لا يوقظه الا احب اهله اليه حتى يبعثه الله من مضجعه ذلك وان كان منافقا قال سمعت الناس يقولون قولًا فقلت مثله لا ادري فيقولان قد كان نعلم انك تقول ذلك فيقال الارض التئمي عليه فتلتئم عليه

فتختلف اضلاعه فلا یزال علیه معذبًا حتی یبعثه الله من مضجعه ذلك.

(رواه الترمذی ج ا ص ۲۲۷، مشکوۃ ص ۲۵)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مردے کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو اسکے پاس دو فرشتے آجاتے ہیں جن کا رنگ کالا ہوتا ہے اور آنکھیں نیلی ہوتی ہیں، ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے۔ پس اسے کہتے ہیں کہ تو اس شخص یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہتا ہے کہ وہ اللہ کا بندہ اور رسول ہے اور کلمہ شہادت پڑھتا ہے تو اسے کہتے ہیں: ہم جانتے ہیں کہ تو یہی جواب دے گا، پھر اس کی قبر کو ستر ہاتھ فراخ کر دیا جاتا ہے، سو جا! پس وہ کہتا ہے: میں اپنے اہل و عیال کی طرف جاتا ہوں اور ان کو خبر دیتا ہوں، وہ کہتے ہیں: تو ایسے سو جا جیسے دلہن سوتی ہے جسے گھر کی سب سے زیادہ محبوب بندے کے سوا یعنی خاوند کے سوا کوئی نہیں جگاتا، اللہ تعالیٰ تجھے قیامت کے روز اسی جگہ سے کھڑا کرے گا اور اگر منافق ہو تو کہتا ہے: میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے سنا، سو میں نے بھی اس طرح کہہ دیا، پس کہتے ہیں: ہم جانتے ہیں تو یہی کہے گا، پس زمین کو کہا جاتا ہے کہ تو اس پر مل جا، پس زمین اس پر مل جاتی ہے اور اسکی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں، پس وہ ہمیشہ اس کی معذرت رہے گا حتی کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے اسی جگہ سے کھڑا کرے گا''۔

فائدہ

اس حدیث کا ایک ایک لفظ دلالت کرتا ہے کہ قبروں میں پڑے ہوئے اجسام عنصریہ سے سوال ہوتا ہے اور انہیں عذاب و راحت دی جاتی ہے، مثلاً حدیث کا پہلا جملہ

اذا اقبر المیت جب میت کو دفن کیا جاتا ہے' اس کے پاس دو فرشتے آ جاتے ہیں' ظاہر ہے کہ دفن تو جسد کو کہا جاتا ہے نہ کہ روح کو' پھر لفظ میت کا استعمال کیا گیا ہے' جس کا اطلاق روح جسد کے مجموعہ پر بھی ہوتا ہے اور صرف جسد پر بھی ہوتا ہے' صرف روح مجرد کو میت نہیں کہا جاتا ہے اور حتی یبعثہ اللہ من مضجعہ ذلك کا جملہ اول ہے کہ عذاب و راحت وہاں ہو رہا ہے' جہاں سے مردے نے قیامت کے روز اُٹھنا ہے اور یہ تو یقینی بات ہے کہ مردے انہیں قبروں سے اُٹھیں گے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ عذاب و راحت بھی انہیں قبروں میں ہے' فیقال الارض سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کارروائی انہیں قبروں میں ہوتی ہے جو زمین میں ہیں' پھر یہ فرمانا کہ اسکی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں' دلیل ہے اس بات کی کہ یہ عذاب جسد عنصری کو دیا جاتا ہے کیونکہ پسلیاں بھی جسد کی ہوتی ہیں اور حدیث میں یہ بھی ہے کہ نم یعنی سو جا' تو یہ سونا بھی جسد کے اندر محقق ہو سکتا ہے کیونکہ روح سوتی نہیں بلکہ وہ تو جنت کی سیر و سیاحت میں مشغول رہتی ہے' البتہ جسد کے ساتھ یہ سب کچھ بہ تعلق روح ہوتا ہے۔

جس گروہ سے ہمارا جنازہ اُٹھ جائے' اسی کے قبرستان میں دفن کیا جائے

خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی فرماتے ہیں کہ شیخ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جو فرقہ آتا' وہ ان سے اس طرح ملتے کہ وہ یہ خیال کرنے لگتا کہ شیخ ہمارے طریقے اور دین و مذہب پر ہے' مثلاً اگر قلندر آتے تو ان سے اس صحبت سے ان کے موافق باتیں کرتے کہ وہ کہتے کہ شیخ صورت میں صوفی ہے' لیکن حقیقت میں قلندر ہے۔ اگر علماء آتے تو ان سے بھی ایسا ہی معاملہ کرتے' وہ کہتے کہ شیخ بڑا عالم ہے صورت صوفیوں کی ہے' اگر جوالقی آتے وہ بھی ایسا ہی خیال کرتے' ہر گروہ کا قبرستان جدا ہوا کرتا تھا اور اس گروہ کے آدمی کو اسی قبرستان میں دفن کرنے کا رواج تھا۔

جب شیخ کی رحلت کا وقت ہوا تو فرزندوں کو بلا کر کہا کہ میرا آخری وقت ہے مگر میں نے اپنی زندگی اس خوش اخلاقی سے بسر کی ہے کہ ہر طائفہ آ کر کہے گا عبداللہ

انصاری ہمارے گروہ میں سے ہے اور ہم اپنے قبرستان میں دفن کریں گے' صاحبزادوں نے پوچھا: پھر کیا کریں؟ آپ نے فرمایا: میرا جنازہ درست کر کے گھر کے باہر رکھ دینا اور ہر گروہ سے کہنا: جنازہ اٹھائے' جس گروہ سے جنازہ اُٹھائے' اسی کے قبرستان میں مجھے دفن کر دینا اور اسی گروہ میں مجھے شمار کرنا۔

چنانچہ بعد رحلت شیخ کی وصیت پر عمل کیا گیا اور جنازے کو باہر لا کر رکھ دیا گیا اور اعلان کر دیا گیا کہ جس گروہ سے جنازہ اُٹھ سکے' اُٹھا لے اور اپنے قبرستان میں دفن کرے۔ اوّل قلندروں نے جنازہ اُٹھانا چاہا مگر جنازہ ہلا بھی نہیں گویا زمین نے پکڑ رکھا ہو وہ لوٹ گئے۔ پھر جوالقی آئے' پھر علماء آئے' سب نے زور لگایا مگر جنازہ کسی سے نہ اُٹھا' آخر صوفیوں کا گروہ آیا اور ان کے ہاتھ لگاتے ہی جنازہ آسانی سے اُٹھ گیا' پھر انہوں نے ان کو اپنے قبرستان میں دفن کر دیا۔ (خیر المجالس)

جنازہ کی برکت سے یہودی مسلمان ہو گیا

جب حضرت سہیل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی تو لوگ ان کے جنازے پر گرتے پڑتے تھے۔ شوروغل سن کر دریافت حال کے لیے ایک یہودی اپنے مکان سے نکل آیا' جس کی عمر ستر برس سے زیادہ تھی' جنازہ دیکھ کر لوگوں سے دریافت کرنے لگا کہ جو کچھ میں دیکھتا ہوں وہ تمہیں بھی نظر آتا ہے؟ لوگوں نے پوچھا: تو کیا دیکھتا ہے؟ کہا: آسمان سے لوگوں کے گروہوں کے گروہ نازل ہو رہے ہیں اور تبرک حاصل کر رہے ہیں پھر وہ یہودی مسلمان ہو گیا اور اس کی حالت بہت اچھی ہو گئی۔

(روض الریاحین کرامات اولیاء ص ۸۵۱)

حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ نے غسل دینے کے بعد کلام کیا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ان کو غسل دینے کے لیے انصار صحابہ نے مسابقت شروع کی' قریب تھا کہ ان میں لڑائی ہو جائے۔ آخر فیصلہ یہ ہوا کہ غسل دینے والے صرف دو مرتبہ ان پر پانی

ڈالیں گے' اس کے بعد تمام قبیلوں کے سردار آ کر ان پر تیسری بار کا پانی بہائیں گے
چنانچہ جب میں دوسرے سرداروں کے ساتھ پانی ڈالنے اندر گیا تو حضرت زید بن خارجہ نے اس طرح کلام کیا۔ دو سال ختم ہوئے ابھی چار باقی ہیں' مالدار غریبوں کو لوٹیں گے' اپنے آپ کو بچانا' ان کا کوئی نظام نہیں ہوگا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نرم دل اور ایمان والوں پر رحم والے ہیں' البتہ کفار کے لیے بڑے سخت ہیں' اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کو خاطر میں نہیں لاتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی نرم مزاج ہیں مگر کفار کے لیے بڑے سخت ہیں' ایمان والوں پر مہربان ہیں' اللہ کے بارے میں کسی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بڑے نرم دل ہیں' ایمان والوں پر مہربان ہیں' آپ لوگ ان کا کہنا مانیں اور ان کی اطاعت کریں۔ اس کے بعد ان کی آواز بند ہوگئی' دیکھا تو ان کی زبان حرکت کر رہی تھی اور ان کا جسم خاکی بے روح پڑا تھا (حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ مختلف حوالہ سے مختلف الفاظ کے ساتھ کتابوں میں آیا ہے)۔

میت نے غسل کے وقت تسبیح پڑھی

حضرت سلمہ فرماتے ہیں کہ حضرت خالد بن معدان روزانہ چالیس ہزار مرتبہ تسبیح (سبحان اللہ) پڑھا کرتے تھے' اس کے علاوہ تلاوت قرآن بھی کثرت سے کرتے تھے' ان کے انتقال کے وقت جب غسل دینے کے لیے ان کو تختہ پر رکھا گیا تو تسبیح پڑھتے وقت جس طرح انسان انگلیوں کو ہلا کر شمار کرتا ہے' اس طرح وہ اپنی انگلیوں سے اشارہ کرنے لگے' گویا وہ اس وقت بھی تسبیح پڑھنے میں مشغول تھے۔ (تاریخ مدینہ)

تسبیح کے لیے انگلیاں تختہ غسل پر بھی ہلتی رہیں

روایت ہے کہ حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ تلاوت قرآن کے علاوہ ہر روز چالیس ہزار بار سبحان اللہ پڑھا کرتے تھے اور انگلیوں پر گنتے تھے۔ اس زمانہ میں تسبیح کا رواج نہ تھا جب ان کا انتقال ہوا اور غسل کے لیے تخت پر رکھے گئے تو ان کی انگلیاں اسی

تھیں جس طرح تسبیح پڑھتے وقت ہلتی تھیں۔

بوقتِ غسلِ میت حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دونوں ہاتھ ناف پر باندھ لیے

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۸ صفر ۱۰۳۴ء کو اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی' یہ حقیر (بدرالدین سرہندی مؤلف حضرات القدس) آپ کے غسل کے وقت موجود تھا' حضرت کے بھتیجے شیخ بہاؤ الدین جو غسل کے در پے تھے' میں ان کو پانی دیتا جاتا تھا' میں نے جس وقت لوگوں کے غسل کے لیے آپ کے کپڑے اتارے تو میں نے دیکھا کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ ناف پر باندھے ہوتے ہیں' داہنے ہاتھ کا انگوٹھا چھنگلیا کے ساتھ حلقہ کیے ہوئے ہے' جیسا کہ نماز میں ایسا کرنا مستحب ہے' حالانکہ انتقال کے وقت آپ کے ہاتھ پاؤں سیدھے کردیے گئے تھے' جیسا کہ عام طریقہ ہے۔

حاضرین نے یہ دیکھنے کے لیے کہ میت کا نماز کی طرح ہاتھ باندھنا اختیاری بات ہے یا اتفاق' آپ کے ہاتھوں کو کھول کر سیدھا کر دیا مگر فوراً ہی وہ فوراً اس حالت پر بندھ گئے' تب لوگ سمجھ گئے کہ آپ نے وضع خود اختیار فرمائی ہے' اس لیے ان کو ایسا ہی چھوڑ دی گیا' پھر جب غسل کے لیے کپڑے اتارے گئے اور تختہ پر آپ کو لٹایا گیا تو میں نے دیکھا کہ آپ تبسم فرما رہے ہیں' جیسا کہ زندگی میں آپ کا مسکرانے کا طریقہ تھا' جب تک آپ غسل کے تختہ پر رہے' مسکراتے ہی رہے' اس کے بعد آپ کو وضو کرایا گیا اور آپ کے بندھے ہوئے ہاتھ کو لمبا کر کے دھویا گیا' جب غسل ختم ہو گیا تو حاضرین نے دیکھا کہ سیدھا ہاتھ سیدھی طرف سے الٹا ہاتھ الٹی طرف سے آہستہ آہستہ حرکت کر کے اس نماز کی ہیئت پر واپس آ گئے' اس غیر معمولی کرامت کو دیکھ کر حاضرین نے بہت زور سے چیخ ماری اور بے اختیار ہو کر سبحان اللہ کا ورد کرنے لگے۔ پھر چونکہ حضرت کی یہی مرضی دیکھی تو آپ کے ہاتھ کو اس طرح چھوڑ دیا اور ایک دوسرے سے الگ کر کے لمبا نہیں کیا۔ (حضرات القدس حصہ دوم)

حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہما کی نعش ہوا میں بلند ہوتی گئی

بئر معونہ ایک مشہور جنگ ہے، جس میں عمر بن طفیل رئیس بنو عامر نے دھوکہ دے کر اور بدعہدی کر کے ستر صحابہ کو جو سب کے سب حافظِ قرآن تھے بئر معونہ کے مقام پر شہید کر دیا تھا۔ ان شہیدوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت عامر بن فہیرہ بھی تھے، یہ وہی غلام تھے جنہوں نے ہجرت کے وقت غارِ ثور وغیرہ میں اور سفر کے درمیان حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مختلف خدمات انجام دی تھیں اُن کے قاتل جبار سلمٰی کا بیان ہے کہ جب میں نے ان کو نیزہ مارا تو شہادت کے وقت ان کی زبان سے نکلا: "فزت برب الکعبة" (ربِ کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا) اس کے بعد میں نے دیکھا کہ ان کی نعش آسمان کی طرف اُڑنے لگی، میں بہت حیران ہوا اور لوگوں سے پوچھا کہ نیزہ میں نے مارا، ان پر غالب ہوا اور کہتے ہیں کہ میں کامیاب ہو گیا۔ آخر کون سی کامیابی ہے؟ تو مجھے بتایا گیا کہ اس کے بدلے انہیں جنت ملی، یہی ان کی کامیابی ہے، یہ بات میرے دل میں ایسی لگی کہ میں مسلمان ہو گیا۔

اللہ کے عاشق کی گفتگو

نیز فضائل صدقات میں ہے:

شیخ ابو یعقوب سنوسی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک مرید آیا اور کہنے لگا کہ میں کل کو ظہر کے وقت مر جاؤں گا، چنانچہ دوسرے دن ظہر کے وقت مسجد حرام میں آیا، طواف کیا اور تھوڑی دور جا کر مر گیا، میں نے اس کو غسل دیا اور دفن کیا، جب میں نے اس کو قبر میں رکھا تو اس نے آنکھیں کھول دیں، میں نے کہا کہ مرنے کے بعد بھی زندگی ہے کہنے لگا کہ میں زندہ ہوں اور اللہ کا ہر عاشق زندہ ہی رہتا ہے۔

(روشن فضائل صدقات ص ۲۷۰، ۸ حصہ دوم)

دو مزید واقعات

نیز فضائل صدقات میں ہے:

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرید کو غسل دیا' اس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا' میں نے کہا کہ انگوٹھا چھوڑ دے' مجھے معلوم ہے کہ تو مرا نہیں ہے' یہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال ہے' اس نے میرا انگوٹھا چھوڑ دیا۔ شیخ ابن الجلاء مشہور بزرگ ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد کا انتقال ہوا اور ان کو نہلانے کے لیے تختہ پر رکھا تو وہ ہنسنے لگے' نہلانے والے چھوڑ کر چل دیئے' کسی کو ہمت ان کے نہلانے کی نہ پڑی تھی' ایک اور بزرگ ان کے رفیق آئے' انہوں نے غسل دیا۔

(روض' فضائل صدقات ص ۶۷۴' حصہ دوم)

اس کے بعد مولانا محمد زکریا تحریر فرماتے ہیں: غرض صاحب روض نے بہت سے واقعات ان مرمتوں* کے ایسے لکھے ہیں جن سے ان کے مرنے کے وقت اور مرنے کے بعد نہایت بشاش ہونا' ہنسنا' مذاق کرنا' لطف اڑانا معلوم ہوتا ہے' مرنے کے بعد کلام کرنے کے واقعات حافظ ابن عبدالبر نے استیعاب میں بھی ذکر کیے ہیں۔ حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ اس میں اختلاف نہیں کہ انہوں نے مرنے کے بعد کلام کیا اور اسی طرح بعض دوسرے صحابہ کرام سے بھی نقل کیا ہے۔

(فضائل صدقات ص ۶۷۴' حصہ دوم)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاؤں مبارک سے خون نکل آیا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ یکم محرم الحرام کو ایک مجوسی غلام کے ہاتھوں جامِ شہادت فرما گئے تھے' اللہ تعالیٰ نے فضائل تو بہت سے عطاء فرمائے تھے' لیکن خصوصی فضائل جو حاصل ہوئے ان میں شرف صحابیت' شہادت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روضہ اطہر میں رفاقت' بہر حال دشمنانِ اسلام کو اس رفاقت کی وجہ سے بڑا ملال رہتا ہے۔

سلطان نورالدین زنگی کے دور میں بعض عیسائی لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر میں گھس کر ان مقدس شخصیات کے اجسام مبارک پر چوری کرنے کی

سازش تیار کی تھی اور تارک الدنیا صوفی درویش بن کر مدینہ منورہ میں اقامت رکھ لی اور در پردہ سرنگ کھود کر روضۂ اطہر تک پہنچ گئے۔

سلطان نور الدین زنگی نے خواب میں دو بزرگ صورت شیطانوں کو دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں اور پھر وہ تین مرتبہ اسی قسم کا خواب دیکھا' جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خواب میں بتا دیا کہ یہ لوگ مجھے تنگ کر رہے ہیں' سلطان نور الدین زنگی نے مدینہ منورہ کا دورہ کیا اور تحقیق کرائی اور ان لوگوں کو پکڑ لیا گیا۔

ان کی کمین گاہ کی تلاشی لی گئی تو وہاں سے سرنگ برآمد ہوئی' سرنگ میں دیکھا گیا تو پتا چل گیا کہ یہ روضۂ اطہر تک پہنچ گئی ہے اور ایک مقدس میت کے پاؤں میں کوئی نوک دار چیز لگنے کی وجہ سے ان کے پاؤں کی چھوٹی انگلی سے خون بہہ رہا ہے۔ بعد میں محققین نے بتایا کہ یہ قبر مبارک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ہے۔

انبیاء کرام کے بارے میں تو واضح ہے کہ وہ قبور میں زندہ ہیں' اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اولیاء' صحابہ کرام اور شہداء کی نعشوں کے مشاہدے سے اس نظریے کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ شہداء اور اللہ کے اولیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں' جس کا دعویٰ قرآن و سنت میں موجود ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاؤں مبارک پر کدال سے زخم آنے پر سوال ہو سکتا ہے کہ قبر کی جگہ کچھ خالی ہوتی ہے' وہاں کدال کیسے جا لگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حجرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طول و عرض بڑا ہی مختصر تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ طویل القامت انسان تھے' لہٰذا دیوار کی جڑ کھود کر ان کے پاؤں کے لیے جگہ بنائی گئی تھی اور کدال سے جب دیوار کھودی گئی تو اسے لازماً پاؤں پر ہی لگنا تھا۔ (از مرتب)

چودہ سو برس بعد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کا جسد مبارک قبر سے صحیح حالت میں برآمد ہوا

مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی توسیع کے سلسلہ میں کی جانے والی کھدائی کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کا جسد مبارک جس کو دفن کیے چودہ سو سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے' بالکل صحیح وسالم حالت میں برآمد ہوا' علاوہ ازیں صحابی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) مالک بن سوفائی کے علاوہ دیگر چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جسد مبارک بھی اصلی حالت میں پائے گئے' جنہیں جنت البقیع میں نہایت عزت کے ساتھ دفنا دیا گیا۔ (سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور جدید سائنس ۵۲۳)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جسم چودہ سو سال بعد بھی تروتازہ تھے

چند سال قبل مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی جنت البقیع کی طرف سے جب توسیع کی گئی تو راستے میں چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قبریں موجود تھیں۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی توسیع کے مراحل میں ان قبروں کو کھولا گیا اور ان صحابہ کرام کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا' جس کی تفصیل اس سال (۱۹۸۶ء) نوائے وقت نے بھی دی۔

حج کا زمانہ تھا جب ان اصحاب رضی اللہ عنہم کی قبروں کو کھولا گیا اور یہ عمل رات کے وقت کی گیا تاکہ لوگوں کو کم سے کم پتہ چل سکے' جب ان کے جسموں کو نکالا گیا تو ویسے ہی تروتازہ تھے کیڑے مکوڑوں کا نام تک نہ تھا' کافی لوگوں نے ان پاک جسدوں کی زیارت کی۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی لاش سے تروتازہ خون کا بہنا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد عبداللہ رضی اللہ عنہ غزوۂ اُحد کے پہلے شہید تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر انہیں حضرت عمرو بن جموع رضی اللہ عنہ شہید ہمراہ ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا تھا' یہ ان شہداء میں سے تھے' جن کو کفن کے لیے پوری چادر بھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ چالیس سال گزرنے کے بعد یہاں سیلاب آ گیا تھا' اور یہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا اور یہاں سے ایک نہر بھی نکالنی مقصود تھی' چنانچہ اس جگہ موجود شہداء کی نعشوں کو ان کے ورثاء کی موجودگی میں وہاں سے نکالا گیا تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں انہیں بھی نکالا گیا تو دونوں صحابہ کی نعشیں تروتازہ اور اجسام بالکل صحیح سالم تھے۔ ایک دوسری کتاب میں یہ واقعہ کچھ اس الفاظ میں مذکور ہے کہ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی قبر برساتی پانی سے کٹ گئی تھی' یہ دونوں بزرگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انصاری صحابی ہیں اور غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے تھے اور ایک ہی قبر میں دونوں کو ساتھ دفن کیا گیا تھا' جب پانی کا بہاؤ اور زیادہ ہوا تو نعشیں بالکل نمودار ہو کر سامنے آگئیں' لوگوں نے طے کیا کہ انہیں یہاں سے کہیں دوسری جگہ لے جا کر دفن کر دیں' چنانچہ جب قبر کی پوری مٹی ہٹائی گئی اور جسموں کو نکالا گیا تو معلوم ہوا کہ اب تک چالیس سال ہو چکے ہیں' کسی قسم کا کوئی فرق نہیں ہونے پایا ہے' بالکل ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ابھی کل ہی ان کی وفات ہوئی تھی۔ (موطاً)

غزوۂ اُحد کے ایک شہید کو صحابہ کرام کا دیکھنا

علامہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے ''دلائل النبوۃ'' میں نقل کیا ہے کہ بعض صحابہ نے ایک جگہ کھودی تو اس میں ایک طرف کا حصہ طاق کی طرف کھل گیا' دیکھا کہ ایک تخت پر کوئی بزرگ بیٹھے تلاوت میں مصروف تھے اور آگے تروتازہ باغ ہیں اور غالباً یہ اُحد کی سرزمین کا واقعہ ہے' ان بزرگ کے چہرے پر زخم کے نشانات تھے' اس لیے اندازہ ہوا کہ یہ کوئی شہید ہے' چنانچہ قبر بند کر دی گئی۔

(نظم الدرر ج ۲ ص ۵۲)

وعلیکم السلام اے عبداللہ کے باپ!

بیہقی نے اپنی سند سے دریافت کیا کہ ہاشم بن محمد عمری کہتے ہیں کہ مجھے میرے والد جمعہ کے روز فجر کے وقت قبور شہداء کی زیارت کے لیے لے گئے' جب ہم قبرستان

میں پہنچے تو انہوں نے باآوازِ بلند کہا:

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ. (القرآن)

تو جواب آیا کہ:

وعلیکم السلام یا ابا عبد اللّٰہ!

تو میرے باپ نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا کہ تم نے جواب دیا؟ میں نے کہا کہ نہیں! پھر میرے باپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی دائیں طرف کر لیا تو پھر دوبارہ سلام کیا تو دوبارہ جواب دیا۔ آپ نے تین دفعہ اسی طرح کیا اور تینوں مرتبہ جواب ملا۔ یہ سن کر میرے والد نے سجدۂ شکر کیا۔ (شرح الصدور)

شہدائے اُحد

امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں مدینہ منورہ کے اندر ایک نہر جاری کرنے کا ارادہ کیا، اتفاق سے اثنائے راہ میں اُحد کے قبرستان کا ایک گوشہ بھی آ گیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اعلان کرا دیا کہ جن لوگوں کے اعزہ یہاں دفن ہیں وہ ان کی لاشیں یہاں سے دوسری جگہ منتقل کر دیں۔ لاشیں نکالی گئیں تو معلوم ہوا کہ بالکل تر و تازہ اصل حالت پر ہیں، اسی وقت یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ کھدائی کرتے وقت کسی کا پھاوڑہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پیر میں لگ گیا، جس سے فوراً خون جاری ہو گیا۔ یہ واقعہ غزوۂ اُحد سے پچاس سال بعد کا ہے۔

(تذکرۃ القرطبی)

چالیس سال بعد زندگی کے آثار

حضرت زبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پانی کا چشمہ جاری کیا تو اعلان کیا گیا کہ ہم اپنے جنگ اُحد کے شہیدوں کو منتقل کر لیں، چنانچہ ہم نے انہیں چالیس سال بعد نکالا تو ان کے جسم بالکل نرم تھے اور ان کے ہاتھ پاؤں مڑ جاتے تھے۔ ابو نعیم کی ایک روایت میں یہ ہے کہ

حضرت ابوالزبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگوں نے اپنے شہیدوں کو چالیس سال بعد قبروں سے نکالا تو وہ بالکل تروتازہ تھے۔

یہ غلاموں کا حال ہے' خود آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر نبیوں کے احوالِ آخرت کیسے ہوں گے!

جیسے کل ہی دفن ہوئے ہوں

حضرت ابن اسحاق رضی اللہ عنہ نے مغازی میں اس قصہ کو ذکر کیا ہے' وہ کہتے ہیں: میرے والد نے اصحاب کے چند مشائخ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پانی کا وہ چشمہ چلایا جو شہداء کی قبروں کے پاس سے گزرتا تھا تو اس کا پانی ان قبروں میں جانے لگا۔ ہم نے جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو نکالا تو ان پر دو چادریں تھیں' جن سے ان کے چہروں کو ڈھانکا ہوا تھا اور دونوں کے پیروں پر کچھ گھاس پڑی ہوئی تھی اور ان کے جسم اِدھر اُدھر مڑ جاتے تھے' اور ایسے معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کل ہی یہ دونوں دفن کیے گئے ہیں۔

دونوں میں سے ایک صحابی زخمی ہوئے تھے اور ان کا ہاتھ زخم پر رکھ کر انہیں دفن کیا گیا تھا' اب ان کا ہاتھ زخم سے اُٹھا کر چھوڑا گیا تو وہ اپنی جگہ زخم پر واپس آ گیا جیسے کہ پہلے تھا۔ قبر کھودنے کا یہ واقعہ جنگ اُحد کے چھیالیس سال بعد پیش آیا تھا۔ (حیاۃ الصحابہ)

زخم ابھی تازہ تھے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ایک آدمی میرے پاس آیا اور اس نے کہا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کارندوں نے آپ کے والد کی قبر کو اکھاڑ پھینکا اور ان کے جسم کا کچھ حصہ ظاہر ہو گیا ہے' میں نے جا کر دیکھا تو وہ بالکل ویسے ہی تھے جیسے کہ میں نے ان کو دفن کیا تھا' ان کے جسم میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ میدانِ جنگ میں جو زخم ان کو آئے تھے بس وہی تھے' اس کے بعد میں نے ان کو پھر دفن کر دیا۔

ابھی سبز پودے بھی خشک نہ ہوئے تھے

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سرخ رنگ کے تھے اور ان کے سر پر بال نہیں تھے اور ان کا قد لمبا نہیں تھا' اور حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ لمبے قد والے تھے۔ اس لیے جنگ اُحد کے دن صحابہ نے دونوں حضرات کو پہچان لیا تھا اور دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا تھا۔

ان حضرات کی قبر ایک برساتی نالے کے قریب تھی' ایک مرتبہ اس کا پانی ان کی قبر میں داخل ہو گیا تھا' جس کی وجہ سے ان کی قبر کھودی گئی تو دونوں حضرات پر دو کالی سفید دھاریوں والی چادریں تھیں' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر زخم تھا' ان کا ہاتھ ان کے زخم پر رکھا ہوا تھا' جب ان کا ہاتھ زخم سے ہٹایا گیا تو خون پھر بہنے لگے اور جب زخم پر رکھا گیا تو خون بالکل رک گیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے دیکھا ایسے لگا کہ میرے والد قبر میں سو رہے ہیں' اور ان کی جسمانی حالت میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے ان کا کفن بھی دیکھا تھا؟ انہوں نے کہا ہاں! انہیں صرف ایک دھاری دار چادر میں کفن دیا گیا تھا جس سے ان کا چہرہ چھپ گیا تھا اور ان کے پاؤں پر حرمل پودے ڈال دیئے گئے تھے' ہمیں وہ چادر بھی اسی حال میں ٹھیک ملی ان کے پیروں پر حرمل کے پودے بھی اپنی اصلی حالت پر تھے حالانکہ دفنانے کے چھیالیس سال بعد ان کی قبر کھودی گئی۔

عم رسول سید الشہداء رضی اللہ عنہ کی لاش کا اعزاز

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جنگِ اُحد کے چالیس سال بعد اُحد کے شہداء کے پاس سے نہر چلائی تو ان کی طرف سے ہم شہداء کے ورثہ میں اعلان کیا گیا کہ ہم اپنے شہداء کو سنبھال لیں' ہم نے وہاں جا کر انہیں نکالا کدال حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاؤں کو لگی تو اس میں سے خون بہنے لگا۔

حضرت عمرو بن دینار اور حضرت ابو زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کدال حضرت حمزہ

رضی اللہ عنہ کے پاؤں کو لگی تو اس میں سے خون بہنے لگا' حالانکہ ان کو دفن ہوئے چالیس سال ہو چکے تھے۔ شیخ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ یہ واقعہ تین مرتبہ پیش آیا۔ ایک مرتبہ دفن کے بعد جب برساتی نالہ کا پانی قبر میں داخل ہوا تھا' اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر واقعہ کے بارے میں متعدد روایات منقول ہیں اور یہ صحابہ کی کھلی کرامت ہے اور اسی وجہ سے یہ واقعہ بار بار پیش آیا۔ (حیاۃ الصحابہ)

چھ ماہ بعد زندگی کے آثار

حضرت ابونضرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب جنگ اُحد کا وقت ہوا تو رات کو میرے والد نے بلا کر کہا:

میرا خیال یہی ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے پہلے شہید ہو جاؤں گا اور اللہ کی قسم! میں کسی کو ایسا نہیں چھوڑ کر جا رہا ہوں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے بعد مجھے تم سے زیادہ پیارا ہو اور مجھ پر قرضہ بھی ہے' وہ میری طرف سے ادا کر دینا اور اپنی بہنوں کے بارے میں حسن سلوک کی وصیت قبول کرو۔

چنانچہ صبح کو سب سے پہلے وہی شہید ہوئے اور میں نے انہیں ایک اور صحابی کے ساتھ دفن کر دیا' پھر میرا جی نہ مانا کہ میں نے انہیں قبر میں کسی دوسرے کے ساتھ رہنے دوں تو میں نے انہیں چھ مہینے کے بعد قبر سے نکالا تو وہ بالکل ایسے تھے جیسے کہ اُس دن تھے جس دن میں نے انہیں قبر میں رکھا تھا' صرف ان کے کان میں کچھ فرق آیا ہوا تھا۔

اور ابن سعد کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ مجھے ان کے جسم میں کوئی فرق نظر نہیں آیا۔ البتہ ان کی داڑھی کے چند بالوں میں کچھ فرق تھا' جو زمین سے لگے ہوئے تھے۔

(حیاۃ الصحابہ: جلد سوم)

غزوۂ اُحد کے شہداء کے اجسام سے تازہ خون

موطا امام مالک میں مذکور ہے کہ کوہ اُحد کے نیچے جو برساتی نالہ بہتا ہے ایک مرتبہ اس میں طغیانی اس شدت سے آئی کہ صحابہ کرام کی قبریں کھل گئیں اور نعشیں تیرتی ہوئی

باہر نکل آئیں اور بعض کے جسموں سے تازہ خون بہہ رہا تھا' حالانکہ انہیں شہید ہوئے برسوں گزر چکے تھے۔

شریف مکہ جوان دنوں حجاز کے حکمران تھے' کو خواب میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی' حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے شریف مکہ کو کہا کہ مجھے بارش کا پانی تنگ کر رہا ہے' اس کا بندوبست کرو۔ شریف مکہ نے علماء کو بلا کر ان سے مشورہ کیا' جب قبر کو کھودا گیا تو واقعی اس میں پانی رس رہا تھا' چنانچہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نعش کو اونچی جگہ منتقل کرنے کا پروگرام بنایا گیا۔ کھدائی کے دوران کدال کی معمولی سی ضرب غلطی سے نعش کے ٹخنے پر لگی' یہ دیکھ کر سب لوگ حیران رہ گئے کہ وہاں سے تازہ خون جاری ہو گیا' چنانچہ اس جگہ پر پٹی باندھی گئی' حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جسم کو کھولا گیا تو دیکھا کہ جسم کے نچلے حصہ پر کفن موجود ہے' زخموں سے تازہ خون رس رہا ہے' آنکھ کھلی ہوئی ہے اور کان کٹے ہوئے ہیں اور پیٹ چاک ہے' وہاں پر موجود سب لوگوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی زیارت کی اور اس حالت میں ان کو پرانی قبر سے نکال کر اونچی جگہ پر دوبارہ دفن کیا گیا۔

فرشتوں نے میت کو غسل دے دیا ہے

حضرت محمود بن لبید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جنگ اُحد کے دن قبیلہ بنو عمرو بن عوف کے حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کا (جو کہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) مقابلہ ہوا' جب حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ پر غالب آ گئے تو شداد بن اسود (جسے ابن شعوب کہا جاتا تھا) نے دیکھا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ پر چڑھ بیٹھے ہیں تو اس نے تلوار کر وار سے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا' جنگ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے اس ساتھی کو یعنی حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو فرشتے غسل دے رہے ہیں ان کے گھر والوں سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ ان کی بیوی سے

پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا: جونہی انہوں نے مسلمانوں کی شکست کی آواز سنی تھی' اسی وقت گھر سے چل پڑے تھے اور اس وقت انہیں نہانے کی حاجت تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی وجہ سے فرشتوں نے انہیں غسل دیا ہے۔

حضرت محمود بن لبید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب غزوۂ خندق کے دن حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بازو کی رگ میں تیر لگنے سے زخم ہو گیا تو وہ بہت زیادہ بیمار ہو گئے' اس لیے انہیں رفیدہ نامی عورت کے پاس منتقل کر دیا گیا' ان کے انتقال کی خبر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل پڑے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی تیزی سے چلے کہ ہماری جوتیوں کے تسمے ٹوٹنے لگے اور ہمارے کندھوں سے چادریں گرنے لگیں' صحابہ رضی اللہ عنہم نے بطور شکایت عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے تیز چل کر ہمیں تھکا دیا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس بات کا ڈر تھا کہ جیسے فرشتوں نے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو غسل دے دیا تھا' کہیں ان کو بھی فرشتے ہم سے پہلے غسل نہ دے دیں۔

میت پر فرشتوں نے سایہ کر دیا

جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد شہید ہوئے تو وہ ان کے چہرہ سے کپڑا اٹھا کر رونے لگے' لوگوں نے انہیں منع کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے والد کو روؤ' یا نہ روؤ' تمہاری مرضی ہے' لیکن اللہ کے ہاں ان کا اتنا درجہ ہے کہ آپ لوگوں کے اُٹھنے تک فرشتے ان پر اپنے پروں سے سایہ کرتے رہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں بھی یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنازے کے اُٹھانے تک فرشتے اپنے پروں سے ان پر سایہ کرتے رہے۔ حضرت سلمہ بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ دروازے پر تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے ہمارا ارادہ تھا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لے جائیں گے تو ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اندر چلے جائیں گے اندر کمرے میں صرف حضرت سعد رضی اللہ عنہ تھے

جنہیں کپڑے سے ڈھکا ہوا تھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لا رہے تھے کہ گویا کہ کسی کی گردن پھلانگ رہے ہیں' یہ دیکھ کر میں رک گیا اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اشارے سے فرمایا' ٹھہر جاؤ' میں خود بھی رُک گیا اور جو میرے پیچھے تھے' ان کو بھی روک دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر وہاں بیٹھے' پھر باہر تشریف لے آئے' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے تو اندر کوئی نظر نہیں آ رہا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم آہستہ آہستہ اس طرح چل رہے تھے کہ جیسے آپ کسی کی گردن پھلانگ رہے ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اندر فرشتے بہت زیادہ تھے' مجھے بھی بیٹھنے کی جگہ تب ملی جب ایک فرشتے نے اپنے دو پروں میں سے ایک پر کو سمیٹ لیا' پھر میں بیٹھ سکا۔

(حیاۃ الصحابہ)

حضرت جبریل علیہ السلام نمازِ جنازہ میں

ان کی یہ مشہور کرامت ہے کہ جب مدینہ منورہ میں ان کی وفات ہوئی تو حضرت جبریل علیہ نے مقام تبوک پر اتر کر دربار رسالت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! معاویہ مزنی کا مدینہ منورہ میں انتقال ہو گیا ہے اور ہمارے لیے مناسب ہے کہ ہم لوگ ان کی نمازِ جنازہ پڑھ سکیں گے پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں! بے شک ضرور ہم لوگ نمازِ جنازہ پڑھ سکیں گے۔

پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے اس قدر زور سے اپنا بازو زمین پر مارا کہ تمام شجر' حجر ٹیلے اور پہاڑیاں ملنے لگیں اور تمام حجابات اس طرح اُٹھ گئے' ان کا جنازہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کے سامنے آ گیا اور جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی تو صحابہ کرام کے تیس ہزار مجمع کے علاوہ فرشتوں کی بھی دو صفیں تھیں اور ہر صف میں ایک ہزار فرشتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ ہر صف میں ساٹھ ہزار فرشتے تھے۔

نماز کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے صحابی کو اتنا عظیم رتبہ کون سے عمل کی وجہ سے عطاء فرمایا؟ تو حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ شخص سورۂ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ سے بے حد محبت رکھتا تھا اور ہر وقت اُٹھتے بیٹھتے اس سورت کی تلاوت کیا کرتا تھا۔

(اسد الغابہ ج ۴ ص ۹۸۳' بحوالہ کرامات صحابہ ص ۱۲۲)

قبر میں سے تلاوت کی آواز

حضرت ابوطلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی زمین کی دیکھ بھال کے لیے "غابہ" جارہا تھا تو راستے میں رات ہوگئی' اس لیے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی قبر کے پاس ٹھہر گیا' جب کچھ رات گزر گئی تو میں نے ان کی قبر میں سے تلاوت کی ایسی آواز سنی کہ اس سے پہلے اتنی اچھی قراءت میں نے کبھی نہیں سنی تھی۔

جب مدینہ منورہ کو لوٹ کر آیا تو میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے ابوطلحہ! تم کو یہ معلوم نہیں کہ خدا نے ان شہیدوں کی ارواح کو قبض کر کے زبرجد اور یاقوت کی قندیلوں میں رکھا ہے اور ان قندیلوں کو جنت کے باغوں میں آویزاں کر دیا ہے' جب رات ہوتی ہے تو یہ روحیں قندیلوں سے نکال کر جسموں میں ڈال دی جاتی ہیں' پھر صبح کو وہ اپنی جگہوں پر واپس لائی جاتی ہیں۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ج ۸ ص ۸۷۲' بحوالہ ابن مندہ)

یہ مستند روایات اس بات کا ثبوت ہیں کہ حضرات شہداء کرام اپنی اپنی قبروں میں پورے التزام کے ساتھ زندہ ہیں اور یہ تلاوت کر سکتے ہیں اور دوسرے قسم قسم کے تصرفات باذن الٰہی کر سکتے ہیں' مرنے کے بعد ایک ایک اعزاز ہے اور ثواب قبر کی مثال ہے۔

خوبصورت چہرہ' خوشبودار بدن

حضرت شداد بن ہاد فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا شرف حاصل کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری طرح اتباع کی۔

چنانچہ اس نے کہا کہ میں بھی ہجرت کر کے آپ کے ساتھ رہوں گا۔ جب غزوۂ خیبر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مالِ غنیمت ملا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں تقسیم فرمادیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مالِ غنیمت میں سے اس کا حصہ اس کے ساتھیوں کو دے دیا' وہ اس وقت اپنے ساتھیوں کے ساتھ جانور چرانے گیا ہوا تھا۔

جب وہ واپس آیا تو ساتھیوں نے اس کا حصہ دیا تو اس نے کہا: یہ کیا ہے؟ ساتھیوں نے کہا: یہ تمہارا حصہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے لیے دیا ہے۔

اس نے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاکر) عرض کیا: میں نے اس (مال لینے) کے لیے تو آپ کا اتباع نہیں کیا تھا' میں نے آپ کا اتباع اس لیے کیا تھا کہ مجھے (گلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) یہاں تیر لگے میں اور میں مر جاؤں اور میں جنت میں چلا جاؤں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہاری نیت سچی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور پورا فرمادیں گے' پھر صحابہ رضی اللہ عنہم دشمن سے لڑنے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے تو یہ دیہاتی بھی لڑائی میں شریک ہوئے اور زخمی ہو گئے اور ان کو اٹھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا اور جہاں اس نے اشارہ کر کے بتایا تھا' وہاں ہی اسے تیر لگا ہوا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہی ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی نیت سچی تھی' اس لیے اللہ نے پوری کر دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے جبہ میں کفن دیا اور اس کا جنازہ آگے رکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز پڑھائی اور نماز جنازہ میں اس کے لیے دعا کرتے ہوئے آپ کے یہ الفاظ ذرا اونچی آواز سے سنے گئے

''اے اللہ! یہ تیرہ بندہ ہے' تیرے راستے میں ہجرت کر کے نکلا تھا اور اب یہ شہید ہو کر قتل ہوا ہے' اور میں اس کا گواہ ہوں''۔

(اخرجہ البیہقی وقد رواہ النسائی نحوہ ورواہ فی البدایۃ ج ۴ ص ۱۹۱' واخرجہ الحاکم ج ۳ ص ۵۹۰ نحوہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: یارسول اللہ! میں کالے رنگ کا آدمی ہوں' میرا چہرہ بدصورت ہے اور میرے پاس مال بھی کچھ نہیں ہے' اگر میں ان کفار سے لڑتے ہوئے مر جاؤں تو کیا میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! (یہ سن کر) وہ آگے بڑھا اور کافروں سے لڑائی شروع کر دی' یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے' وہ شہید ہو چکا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اب تو اللہ تعالیٰ نے تمہارا چہرہ خوبصورت بنا دیا ہے اور تجھے خوشبودار بنا دیا ہے اور تمہارا مال زیادہ کر دیا ہے اور فرمایا کہ میں نے حورالعین میں سے اس کی دو بیویاں دیکھی ہیں جو اس کے جسم اور اس کے جبہ کے درمیان داخل ہونے کے لیے جھگڑ رہی ہیں۔ یہ بارگاہِ اقدس ہے یہاں تو قابلیت دیکھی جاتی ہے' کالے گورے پہ نہیں' محبت خدا موقوف قبولیت کے انداز نرالے ہوتے ہیں۔ (اخرجہ البیہقی کذا فی البدایہ ج ۴ ص ۱۹۱' واخرجہ الحاکم ایضا نحوہ قال صحیح علی شرط کما فی الترغیب ج ۲ ص ۲۴۴ حیاۃ الصحابہ ص ۳۰۶)

مٹی مشک بن گئی

محمد بن شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی قبر کی مٹی ہاتھ میں لی تو اس میں سے مشک کی خوشبو آنے لگی۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے سبحان اللہ! سبحان اللہ! فرمایا' اور مسرت کے آثار آپ کے رخسار انور پر نمودار ہو گئے۔

(زرقانی ج ۳ ص ۸۶۸ بحوالہ ابن سعد)

وہ آج آئیں گے پھر بزم کو سجا رکھنا
صبا چپکے سے یہ مژدہ سنا گئی مجھ کو

ایک شہید صحابی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ایک غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دیہاتی صحابی شہید ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جنازے پر تشریف لے گئے تو خوشی کے مارے آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا' لیکن فوراً ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف سے رخ پھیر لیا۔ ان دونوں باتوں کی وجہ دریافت کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ خوشی تو اس لیے ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی رحمتوں سے نواز دیا اور منہ پھیر لینے کی وجہ یہ پیش آئی کہ اسی وقت اس کی جنتی بی بی (حور) اس کے سرہانے آکے بیٹھی ہے۔ (بیہقی)

قدرت کا حیرت انگیز کرشمہ

۱۳سو سال بعد بھی دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کی مقدس نعشیں تروتازہ ہیں

یہ واقعہ موجودہ صدی کا ہے' جب عراق میں شاہ فیصل اوّل حکمران تھے۔ ایک روز صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اپنی وفات کے تقریباً ۱۳۰۰ سال بعد شاہ فیصل اوّل کے خواب میں تشریف لائے' کہا کہ میری قبر میں پانی اتر آیا ہے اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مزار میں نمی آ رہی ہے' لہٰذا آپ ہمیں محفوظ مقامات پر منتقل کروا دیجئے۔

یاد رہے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محرم راز تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ بہت سے غزوات میں بھی شریک رہے ہیں اور جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرض کی ضرورت ہوتی تو اکثر آپ ہی سے قرض لیا کرتے تھے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے خواب میں تشریف لانے کو عراق کے شاہ فیصل بھلا بیٹھے اور امور مملکت نمٹانے میں مصروف ہو گئے۔ دوسری رات پھر حضرت حذیفہ رضی

اللہ عنہ شاہِ عراق کے خواب میں آئے اور وہی بات دہرائی' اتفاقاً شاہِ عراق کو پھر یاد نہ رہا۔

تیسری شب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ عراق کے مفتی اعظم کے خواب میں تشریف لائے اور انہیں بتایا کہ میری اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قبروں میں پانی اتر آیا ہے' لہٰذا آپ ہمارے مزارات محفوظ مقام پر منتقل کر دیجئے۔ ہم دوبار شاہِ عراق کو بشارت دے چکے ہیں' مگر وہ بوجہ مصروفیت بھول گئے ہیں۔

مفتی اعظم فوراً خواب سے بیدا ہوئے اور ١٣٠٠ سال بعد خواب میں تشریف لانے والے صحابی کی بات سے پریشان ہو گئے' فوراً وزیر اعظم نوری اسعید پاشا سے فون پر بات کی۔

نوری السعید پاشا مفتی اعظم کے ساتھ شاہِ عراق کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں خواب کے بارے میں بتایا' شاہ فیصل اوّل نے خواب سن کر کہا کہ میں نے واقعی یہ خواب دیکھا تھا مگر اُمورِ مملکت کی وجہ سے بھول گیا' لیکن وہ تبدیلی مزارات سے پہلے احتیاطاً اس بات کا ثبوت چاہتے تھے کہ واقعی پانی مزارات میں داخل ہو چکا ہے کہ محض خواب ہے۔

محکمہ تعمیرات کی رپورٹ اور دوبارہ خواب

چنانچہ انہوں نے محکمہ تعمیرات کے انجینئر کو ہدایت کی کہ وہ پہلے مزارات کے قریب کی زمین کی مٹی کا ٹیسٹ کروائیں کیونکہ شاہِ عراق کو ڈر تھا کہ محض خواب کی بناء پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مزارات کی بے حرمتی نہ ہو۔ محکمہ تعمیرات کے انجینئر نے مفتی اعظم کے سامنے مزارات سے دریا کے رخ پر ٢٠ فٹ کے فاصلے پر بورنگ کروا کر دیکھا' بورنگ سے نکلنے والی مٹی کو لیبارٹری ٹیسٹ کے لیے بھیجا' ٹیسٹ رپورٹ میں مٹی بالکل خشک تھی اور اس میں نمی کا کوئی شائبہ تک موجود نہیں تھا۔

رپورٹ ملنے کے بعد شاہ عراق' مفتی اعظم' نوری السعید پاشا اور دیگر اہل کار بے

فکر ہو گئے اور آرام کی نیند سو گئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ پھر شاہِ عراق کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے مزار میں پانی اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے مزار میں نمی آنی شروع ہو گئی ہے' لہٰذا ہم دونوں کو یہاں سے منتقل کر کے دریائے دجلہ سے ذرا فاصلے پر منتقل کر دیجئے۔

بادشاہ نے ان کی بات کو صرف خواب سمجھ کر نظر انداز کر دیا کیونکہ ماہر تعمیرات نے ٹیسٹ رپورٹ پر مزارات میں نمی کی غیر موجودگی کے دستخط کر دیئے تھے۔

اگلی رات حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مفتی اعظم کے خواب میں تشریف لائے اور ناراض ہو کر کہا کہ بادشاہ ہماری بات پر توجہ نہیں دے رہے۔

مفتی اعظم نے شاہ سے رابطہ کیا تو شاہِ عراق' مفتی اعظم پر ناراض ہوئے اور انہوں نے کہا کہ آپ خواب پر یقین کر رہے ہیں جبکہ آپ ماہرین اراضی کے ساتھ بورنگ اور مٹی ٹیسٹ رپورٹ دیکھ چکے ہیں۔

صحابہ کرام کے بار بار خواب میں آنے کی وجہ سے قدر و منزلت کے پیش نظر مفتی اعظم' بادشاہ سے اس بات پر ڈٹ گئے کہ مزارات کو دوسری جگہ منتقل کرنا ضروری ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عالمی محبت کا اظہار

چنانچہ شاہِ عراق نے مفتی اعظم سے فتویٰ لینے کے بعد عید الاضحیٰ کو ظہر کی نماز کے بعد مزارات کو کھلوانے کا اعلان ریڈیو' ٹی وی اور اخبارات سے کروا دیا۔ ۱۳۰۰ سال بعد قبروں کی تبدیلی اور اس سے متعلق خبر نے دنیا میں دھوم مچا دی۔

یہ منظر دیکھنے کے لیے مسلم و غیر مسلم دنیا سے تار' ٹیلی فون' خطوط شاہِ عراق کے پاس آنے شروع ہو گئے' ان خطوط میں دلچسپی رکھنے والے لوگوں نے مزارات کی منتقلی میں شرکت کی درخواست کی تھی' چونکہ حج کا زمانہ تھا' اسلام کے فرزند ارکان فریضہ حج ادا کر رہے تھے ان سب لوگوں نے اصرار کیا کہ مزارات کی تبدیلی کی تاریخ میں توسیع کر دی جائے تاکہ صحابہ کرام کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں اور ان کے جنازے میں شرکت کر

سکیں۔

ادھر عیسائی کیمونسٹ ممالک کے عوام اور خبر رساں ایجنسیاں نے بھی سفر میں کٹنے والے دن مانگے۔

شاہِ عراق کے لیے یہ لحات انتہائی پریشان کن تھے۔ ایک طرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا خواب میں بار بار آنا' دوسری طرف عالمی دنیا کا چند دن رُکنے کا دباؤ' تیسرے مزارات میں پانی رستے رہنے سے مزارات کو مزید نقصان پہنچنے کا ڈر۔

ایک وقت حکومت عراق ایک عجیب مخمصے کا شکار تھی کہ بالآخر ان کے رفقاء کے ذہن میں ایک ترکیب آئی کہ مزارات سے کوسوں دور بہنے والے دریا کے رخ پر ۲۰ افٹ کے فاصلے پر ایک لمبی اور گہری خندق کھدوا کر اس میں کنکریٹ سے بھرائی کروا دی گئی تا کہ مزید نمی آگے نہ پہنچے اور اعلان کر دیا کہ حج کے ۱۰ روز بعد مزارات کی منتقلی عمل میں آئے گی۔

ان دس دنوں میں دنیا کے مسلم و غیر مسلم ملکوں کی دلچسپی رکھنے والے عوام بغداد سے ۴۰ میل دور مسلمان پاک پہنچنا شروع ہو گئے' یاد رہے کہ اس دوران صحابہ کرام خواب میں تشریف نہیں لائے۔ اس موقع پر عراق نے اپنے ملک آنے والے ہر مذہب و عقیدہ کے لوگوں پر سے کسٹم' پاسپورٹ اور کرنسی کی پابندی ختم کر دی تھی۔ بالآخر حج کے دس دن بعد پیر کے روز جب ۵ لاکھ افراد کی موجودگی میں مزارات کو کھولا گیا تو واقعی دونوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی قبروں میں پانی اتر چکا تھا۔

دنیا کے اس پار سے واپسی

چنانچہ پہلے سے تیار ایک کرین جس پر ایک اسٹریچر کسا ہوا تھا' مزارات میں داخل کر کے نعش مبارک کو یکے بعد دیگرے باہر نکالا' اس موقع پر موجود اسلامی سربراہان مصر کے شاہ فاروق جو اس وقت مصر کے ولی عہد تھے' کمال اتاترک کے وزیر مختار اور دیگر علماء وزراء نے اسٹریچر سے نعش مبارک کو عقیدت و احترام سے وہاں موجود شیشے کے بکس میں

لٹایا۔

اس واقعہ کی کارروائی کو ایک جرمن فلمساز کمپنی نے وہاں موجود لوگوں کے لیے ۳۰ فٹ لمبی اور ۲۰ فٹ لمبی چوڑی اسکرین پر ٹیلی ویژن کیمرے کی مدد سے دکھایا۔ مزید ۴ بڑے بڑے اسکرین اس لیے لگائے گئے کہ ۵ لاکھ افراد جو نعشوں کے قریب نہیں جاسکتے' وہ بھی آرام سے اپنی جگہ کھڑے ہو کر یہ کارروائی دیکھتے رہیں۔

لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ۱۳۰۰ سال گزرنے کے بعد بھی صحابہ کرام کے کفن اور داڑھی بالکل سفید تھے اور انہیں دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا تھا کہ ابھی کچھ گھنٹے قبل ان صحابہ کرام کی وفات ہوئی ہے۔ اگرچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا وصال ۶۳ھ میں اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وصال ۷۴ھ میں ہوا تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کے کفن اور داڑھی بالکل سفید تھے اور انہیں دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا تھا کہ ابھی کچھ گھنٹے قبل ان صحابہ کی وفات ہوئی ہے' اگرچہ حضرت حذیفہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما کا وصال ۷۴ھ میں ہوا تھا۔

آنکھوں کے ڈاکٹر اور ہزاروں لوگوں کا اسلام

دونوں صحابہ کرام کے چہرے نور سے چمک رہے تھے اور آنکھوں میں بے انتہاء چمک تھی۔ وہاں موجود لوگوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنا چاہیں تو ان پر خوف طاری ہو گیا' کوئی آنکھوں سے آنکھ نہیں ملا سکتا تھا' اتفاق سے ایک جرمن ڈاکٹر ماہر امراض چشم وہاں موجود تھا اس نے جو اتنی پراسرار چمکتی آنکھیں دیکھیں تو فوراً مفتی اعظم کی طرف بڑھا اور ان سے کہا کہ مجھے مذہب اسلام کا درس دیجئے! یوں اس موقع پر مفتی اعظم کے ہاتھوں وہ اسلام لے آیا۔

عام پبلک کے دیدار کے لیے جب چہرۂ مبارک پر سے کفن ہٹایا جا رہا تھا تو اس وقت عراق کی فوج نے صحابہ کرام کو توپوں کی سلامی پیش کی' جس وقت جنازے کو کاندھا دے کر نئے مزارات کی طرف لے جایا جا رہا تھا اس وقت عراقی فضا یہ فضا میں گونجنے لگا

رہے تھے' مزارات کی منتقلی کا سفر مجمع کی وجہ سے ۴ گھنٹہ میں طے ہوا' جب یہ جنازے نئے مزارات کے قریب حضرت سلمان فارسی کے مزار کے پاس پہنچے تو عراقی بحریہ' فضائیہ اور بری فوج نے گارڈ آف آنر پیش کیا اور کاندھا دینے والے سربراہانِ مملکت' وزراء' علماء پر پھول برسائے۔

جس وقت صحابہ کرام کو نئے مزارات میں منتقل کیا جا رہا تھا' فضا اللہ اکبر کے واشگاف نعروں اور توپوں کی گھن گرج سے گونج رہی تھی۔

۱۳۰۰ سال کے بعد قبروں کی منتقلی کے اس واقعہ کو دیکھ کر موجود ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے مذہب اسلام قبول کر لیا۔ (جہان دیدہ)

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی قبر سے خوشبو

جن جلیل القدر صحابہ کرام نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی قبر کھودی' ان کا فرمانا تھا کہ اللہ کی قسم! ان کی قبر سے خوشبو آ رہی تھی۔ تدفین کے وقت لوگوں نے دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زار و قطار رو رہے تھے۔ شدتِ غم سے انہوں نے ریش مبارک ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی اور آنکھوں سے آنسو بہہ بہہ کر رخساروں اور ریش مبارک کو تر کر رہے تھے۔

اس غم میں آپ نے ارشاد فرمایا: ''سعد رضی اللہ عنہ کے جنازے میں ستر ہزار فرشتے شریک تھے اور ان کی موت سے اللہ تعالیٰ کا عرش لرز اٹھا ہے''۔

محمد بن شرحبیل کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی قبر سے ایک مٹھی مٹی لی۔ جب کھولی تو وہ مشک کی طرح مہک رہی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ! سبحان اللہ! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی خوشبو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور تک بھی پہنچی تھی۔

ایک اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی اور شخص نے بھی ان کی قبر سے ایک مٹھی مٹی کی بھری اور لے گیا' جب مٹھی کو کھول کر دیکھا تو وہ مٹی نہیں' مشک تھی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنت البقیع میں قبر کھودنے والوں میں میں بھی شامل تھا' کھودتے ہوئے مٹی اُچھل کر ہم پر آ گرتی تو اس میں مشک جیسی خوشبو ہوتی تھی۔

حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کا جسد اطہر

آپ کا اسم گرامی خبیب اور والد کا نام عدی ہے' قبیلہ اوس سے تعلق تھا' ہجرت سے پہلے مسلمان ہوئے۔

۳ھ میں غزوۂ رجیع ہوا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمیوں کو جاسوسی کے لیے بھیجا' ان میں ایک آپ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

قبیلہ لحیان کے لوگوں نے اس جماعت کو گھیر کر ان پر تیر اندازی کی' جس سے سات تو وہیں شہید ہو گئے اور تین زندہ رہ گئے' امن کی شرط پر پہاڑی سے نیچے اترے' انہی تین میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ تھے' عقبہ بن حارث نے انہیں اپنے گھر لا کر قید کر دیا۔

کئی مہینے قید رہے' اشہر حرم گزرے تو قتل کی تیاریاں ہوئیں' حضرت خبیب کے قتل میں مشرکین نے بڑا اہتمام کیا' حرم سے باہر تنعیم میں ایک درخت پر سولی کا پھندا لٹکایا گیا' آدمی جمع کیے گئے' مرد و عورت ان کو لینے آئے تو فرمایا: ٹھہر جاؤ! دو رکعت نماز پڑھ لوں' اطمینان سے دعا پڑھی' راستہ میں دعا زبان پر تھی۔

بہر حال شہید کر دیے گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ خبر ہوئی تو فرمایا: اے خبیب! تجھ پر سلام اور عمرو بن امیہ ضمری کو اس شہید وفا کی لاش کا پتہ چلانے کے لیے مکہ بھیجا۔

عمرو رات کو سولی کی جگہ گئے رسی کاٹی اور جسد اطہر کو فوراً فرشتے لے گئے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے قاتل ایک سال کے اندر اندر نہایت بے کسی کی حالت میں مارے گئے۔

(رضی اللہ عنہ وارضاہ)

مدفن میں فرشتوں کا ہجوم

روایت ہے کہ باغیوں کی ہلڑ بازیوں کے سبب تین دن تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مقدس لاش بے گوروکفن پڑی رہی۔ پھر چند جانثاروں نے رات کی تاریکی میں آپ کے جنازہ مبارک کو اٹھا کر جنت البقیع میں پہنچا دیا اور آپ رضی اللہ عنہ کی مقدس قبر کھودنے لگے۔

اچانک ان لوگوں نے دیکھا کہ سواروں کی ایک بہت بڑی جماعت ان کے پیچھے پیچھے جنت البقیع میں داخل ہوئی' ان سواروں کو دیکھ کر لوگوں پر ایسا خوب طاری ہوا کہ کچھ لوگوں نے جنازہ مبارک کو چھوڑ کر بھاگ جانے کا ارادہ کر لیا۔ یہ دیکھ کر سواروں نے بہ آوازِ بلند کہا: آپ لوگ ٹھہرے رہیں اور بالکل نہ ڈریں' ہم لوگ بھی ان کی تدفین میں شرکت کے لیے یہاں حاضر ہوئے ہیں۔ یہ آواز سن کر لوگوں کا خوف دور ہو گیا اور اطمینان وسکون کے ساتھ لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو دفن کیا۔ قبرستان سے لوٹ کر ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قسم کھا کر لوگوں سے کہا: یقیناً یہ فرشتوں کی جماعت تھی۔

(شواہد النبوۃ ص ۱۵۸' کرامات صحابہ ص ۵۸)

چل اپنے رب کی طرف

جب لوگ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو دفن کر چکے اور قبر پر مٹی برابر کی جا چکی تو تمام حاضرین نے ایک غیبی آواز سنی کہ کوئی شخص بلند آواز سے یہ تلاوت کر رہا ہے۔

يَآ أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِيٓ إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝

(سورۃ الفجر)

"اے اطمینان پانے والی جان! تو اپنے رب کے دربار میں اس طرح حاضر ہو جا کہ تو خدا سے خوش ہے اور خدا تجھ سے خوش ہے"۔

(معارف ج ۲ ص ۱۸۲' کنز العمال ج ۱۶' وللحدیث حاشیہ العمال ۲۷' کرامات صحابہ ص ۹۶)

ننھی مخلوق کے ذریعہ جسد صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اور ان پر حضرت عاصم بن ثابت بن ابی الافلح رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر کے دن قریش کے ایک بڑے سردار کو قتل کیا تھا۔ جب حضرت عاصم رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو قریش نے بدلہ لینا چاہا' اس لیے قریش نے ایک جماعت بھیجی جو ان کے جسم کا حصہ کاٹ کر لائے تو اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کا' یا بھڑوں کا ایک غول بھیجا جس نے ان کے بدن کو چاروں طرف سے گھیر کر انہیں کافروں سے بچا لیا' اسی وجہ سے انہیں حمی الدبر کہا جاتا تھا۔ (اس کا ترجمہ ہے: ایسا آدمی جسے شہد کی مکھیوں یا بھڑوں نے دشمن سے بچایا)

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ اسی قصہ میں یہ ذکر کرتے ہیں کہ مشرکوں نے اس بات کا ارادہ کیا کہ ان کا سر کاٹ کر مشرکین مکہ کے پاس بھیج دیں' لیکن اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیاں یا بھڑیں بھیج دیں' جنہوں نے انہیں ہر طرف سے گھیر لیا' وہ مشرکوں کے چہروں پر اڑتی تھیں اور انہیں کاٹتی تھیں' اس طرح انہوں نے مشرکوں کو حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا سر کاٹنے نہ دیا۔

(حلیۃ ابن ابی نعیم فی الدلائل ص ۲۸۱ ج ۳' حیاۃ صحابہ' بخاری و مسلم)

روایات کے مطابق کفار نے لاش کو اسی جگہ چھوڑ دیا' ان کا خیال تھا کہ مکھیوں (یا بھڑوں) کا یہ جھنڈ چند ساعتوں کے بعد اڑ جائے گا' اس وقت سر کاٹ لیں گے۔ خدا کی قدرت کہ رات کو زبردست بارش ہوئی جس سے سیلاب کی کیفیت پیدا ہو گئی۔

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا جسد مبارک اسی سیلاب میں بہہ گیا اور ہزار کوششوں کے باوجود کفار کے ہاتھ نہ آیا' یوں اللہ تعالیٰ نے ان کے جسم کو بے حرمتی سے بچا لیا' نہ کوئی کافر ان کی زندگی میں انہیں مس کر سکا اور نہ ان کی شہادت کے بعد ایسا کرنے پر قادر ہو سکا۔

ہم نے اس واقعہ کو ایک اور تعبیر سے دیکھا ہے کیونکہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ بڑے ہی غیور اور نظافت پسند تھے' قبولِ اسلام کے بعد عہد کیا تھا کہ نہ کبھی کسی مشرک کو چھوئیں گے اور نہ کسی مشرک کو اپنا جسم چھونے دیں گے' اللہ تعالیٰ نے شہادت کے بعد بھی ان کے جسم کو مشرکین کے ناپاک ہاتھوں سے بچا لیا' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ سنا تو فرمایا کہ یہ اللہ کا کرم ہے کہ اس نے اپنے مؤمن بندے کی اس طرح حفاظت فرمائی۔ (تیس پروانے شمع رسالت کے ص ۲۸۲)

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کی لاش خراب نہ ہوتی

یہ قبیلہ انصاری کے خاندان بنونجار میں سے تھے' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت بی بی اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے بیوہ ہو جانے کے بعد ان سے نکاح کر لیا تھا' یہ بہت ہی مشہور ہے کہ لشکر میں ابوطلحہ کی ایک ہزار سواروں سے بڑھ کر رعب دار ہے' یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت فرمانے سے قبل ہی حج کے موقع پر منیٰ کی گھاٹی میں اپنے ستر ساتھیوں کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت اسلام کر کے مسلمان ہو گئے تھے' پھر جنگ بدر و جنگ اُحد اور اس کے بعد کی تمام اسلامی لڑائیوں میں انتہائی جذبۂ ایمانی اور جوشِ اسلامی کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے اور بڑے بڑے مجاہدانہ کارناموں کا مظاہرہ کر کے اور اسلامی خدمات کے شاہکار پیش کر کے ۳۱ھ میں ستر برس کی عمر میں راہی ملک بقاء رہے۔ (اکمال ص ۱۰۶' و کنز العمال ج ۱۲ ص ۲۷۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک دن بڑھاپے میں حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سورۂ برأت کی تلاوت کر رہے تھے' جب اس آیت پر پہنچے: اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا تو آپ نے فرمایا کہ اے میرے بچو! مجھے تم لوگ جہاد کا سامان دو کیونکہ میرا رب جوانی اور بڑھاپے دونوں حالتوں میں مجھے جہاد کا حکم فرماتا ہے' ان کے بیٹوں نے کہا کہ آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے دور میں تمام جہادوں میں شرکت کی سعادت حاصل کر لی ہے اب آپ بوڑھے ہو چکے

ہیں اس لیے اب جہاد میں نہ جائیے، ہم لوگ آپ کی طرف سے جہاد کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے، مگر یہ کسی طرح بھی گھر بیٹھنے پر راضی نہیں ہوئے اور جہاد کا سامان جمع کر کے جہاد میں جانے والی ایک کشتی پر سوار ہو کر جہاد کے لیے روانہ ہو گئے۔ خدا کی شان ہے اس کشتی ہی پر ان کی وفات ہو گئی۔ اتفاق سے ان کی قبر کے لیے سمندر میں کوئی جزیرہ بھی نہیں ملا، سات دنوں تک کشتی میں آپ کی لاش مبارک رکھی رہی، ساتویں دن سمندر میں ایک جزیرہ ملا تو آپ اس جزیرہ میں مدفون ہوئے، سات دن گزرنے کے باوجود آپ کے جسم اطہر پر کسی قسم کا کوئی تغیر رونما نہیں ہوا تھا۔

(استیعاب لابن عبداللہ البر ج ۱ ص ۵۵۵)

حضرت حنظلہ ابن ابی عامر رضی اللہ عنہ غسیل الملائکہ

یہ مدینہ منورہ کے باشندہ ہیں اور انصار کے قبیلہ اوس سے ان کا خاندانی تعلق ہے، ان کا باپ ابو عامر اپنے قبیلہ کا سردار تھا اور زمانہ جاہلیت میں اس کی عبادت کی کثرت کو دیکھ کر عام طور پر لوگ اس کو ابو عامر راہب کہا کرتے تھے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے اور پورا مدینہ اور اطراف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر قربان ہونے لگا تو مدینہ کے دو شخصوں پر حسد کا بھوت سوار ہو گیا۔ ایک عبداللہ بن ابی دوسرے ابو عامر راہب۔ لیکن عبداللہ بن ابی نے تو اپنی دشمنی کو چھپائے رکھا اور منافق بن کر مدینہ ہی میں رہا۔ لیکن راہب حسد کی آگ میں جل بھن کر مدینہ سے مکہ چلا گیا اور کفار مکہ کو بھڑکا کر مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کو تیار کیا، چنانچہ ۳ھ ہجرت میں جنگ اُحد ہوئی تو ابو عامر کفار کے لشکر میں شامل تھا اور کفار کی طرف سے لڑ رہا تھا مگر اس کے بیٹے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ پرچم اسلام کے نیچے نہایت ہی جواں مردی اور جوش و خروش کے ساتھ کفار سے لڑ رہے تھے ابو عامر راہب جب تلوار گھماتا ہوا میدان میں نکلا تو حضرت حنظلہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنی تلوار سے اپنے باپ ابو عامر کا سر کاٹ لاؤں۔ حضور رحمت

دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت نے یہ گوارا نہیں کیا کہ بیٹے کی تلوار باپ کا سر کاٹے اس لیے آپ نے اجازت نہ دی۔ مگر حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ جوشِ جہاد میں اس قدر آپے سے باہر ہو گئے تھے کہ سر ہتھیلی پر رکھ کر انتہائی جانبازی کے ساتھ لڑتے ہوئے قلب لشکر تک پہنچ گئے اور کفار کے سپہ سالار ابوسفیان پر حملہ کر دیا اور قریب تھا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی تلوار ابوسفیان کا فیصلہ کر دے، مگر اچانک پیچھے سے شداد بن الاسود نے جھپٹ کر وار کو روکا اور حضرت حنظلہ کو شہید کر دیا۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۶۷، مدارج النبوۃ ص ۳۲۱)

حضرت حنظلہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتوں نے انہیں غسل دیا ہے، جب ان کی بیوی سے ان کا حال بیان کی گیا تو انہوں نے یہ بتایا کہ وہ جنگ اُحد کی رات میں اپنی بیوی کے ساتھ سوئے تھے اور غسل کی حاجت ہو گئی تھی مگر وہ رات کے آخری حصہ میں دعوتِ جنگ کی پکار سن کر اس خیال سے بلا غسل میدان کی طرف دوڑ پڑے کہ شاید غسل کرنے میں اللہ کے رسول کی پکار پر دوڑنے میں دیر لگ جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی وجہ ہے فرشتوں نے شہادت کے بعد ان کو غسل دیا، ورنہ شہید کو غسل دینے کی ضرورت ہی نہیں، اسی واقعہ کی بناء پر حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو غسیل الملائکہ (فرشتوں کے نہلائے ہوئے) کہا جاتا ہے۔

(مدارج النبوۃ ج ۲، مشکوۃ شریف وغیرہ)

بدن کا خوشبودار ہونا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک کالا آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ اگر میں اللہ کی راہ میں لڑائی لڑوں اور مارا جاؤں تو میں کہاں جگہ پاؤں گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں۔ پھر وہ شخص لڑ کر شہید ہو گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی لاش پر تشریف لائے اور فرمایا: اللہ نے تیرے چہرے کو سفید و روشن کیا اور تیرے میلے کچیلے بدن کو خوشبودار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اس کی جنتی بیوی یعنی حور کو دیکھا کہ اس نے اس کا اونی جبہ کھینچا اور خود

بھی اس جبہ میں داخل ہو گئی۔ (حاکم/موت کا جھٹکا ص ۵۲۲)

قبر نور سے بھر گئی

حضرت ابو خالب صاحب حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ملک شام میں ایک جوان شخص کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے چچا سے کہا کہ ذرا آپ یہ بتایئے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے میری ماں کے حوالے کر دے تو میری ماں میرے ساتھ کیا برتاؤ کرے گی؟ چچا نے کہا: واللہ! تیری ماں تو فوراً تجھے جنت میں داخل کر دے گی۔ اس نوجوان نے کہا: اللہ تعالیٰ میری ماں سے زیادہ شفیق و مہربان ہے' یہ کہہ کر اسکی روح پرواز کر گئی۔ تجہیز و تکفین کے بعد اس کو قبرستان لے گئے۔ ابو خالب کا بیان ہے کہ میں اس کے چچا کے ساتھ گیا اور اس کو قبر میں اتارا۔ قبر میں رکھ کر اس پر اینٹیں برابر کر دیں' اچانک ایک اینٹ اپنی جگہ سے گر پڑی۔ اس کا چچا کود کر پیچھے ہٹ گیا' میں نے اس کی گھبراہٹ اور غیر معمولی حالت کو دیکھ کر پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے چچا نے کہا کہ اس کی قبر جو ایک اینٹ کے گرنے سے کھل گئی' میں نے اس کے اندر دیکھا کہ قبر نور سے بھر گئی ہے اور قبر تا حد نگاہ کشادہ ہو گئی ہے۔ (ابن ابی الدنیا/موت کا جھٹکا ص ۳۸۱)

حضرت شیخ محمد بن سلیمان جزولی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے خوشبو

دلائل الخیرات کے مصنف شیخ محمد بن سلیمان جزولی رحمۃ اللہ علیہ کو کسی بدنصیب حاسد نے زہر کھلا دیا اور آپ نماز فجر کی پہلی رکعت کے دوسرے سجدے میں یا دوسری رکعت کے پہلے سجدے میں انتقال فرما گئے۔

مقام سوس میں اسی دن تدفین عمل میں لائی گئی۔ ۷۷ برس کے بعد لوگ آپ کے جسم مقدس کو مزار مبارک سے نکال کر "مراکش" لے آئے آپ کا کفن سلامت اور بدن بالکل زندوں کی طرح تر و تازہ اور نرم تھا۔ کسی نے آپ کے رخسار پر انگلی رکھی تو زندہ آدمیوں کی طرح بدن میں خون کی روانی کی سرخی ظاہر ہوئی اور قبر سے مشک کی خوشبو مہکتی رہی آپ سلسلہ عالیہ شاذلیہ کے شیخ تھے اور آپ کے چھ لاکھ بارہ ہزار چھپن مریدین

تھے۔ ۱۶ ربیع الاوّل ۸۷۰ھ کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی۔ مزار مبارک "مراکش" میں مرجع خلائق ہے۔

(مطالع المسرات ص ۴)

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کفن صحیح سالم اور بدن تازہ رہا

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے: سید امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے ۲۳۰ سال کے بعد آپ کی قبر انور کے پہلو میں جب کسی کے لیے قبر کھودی گئی تو اتفاق سے آپ کی قبر کھل گئی' لوگوں نے دیکھا کہ ۲۳۰ برس گزر جانے کے باوجود امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کفن صحیح وسالم اور بدن تروتازہ تھا۔ (مرقاۃ شرح الفاتح ترجمہ الامام احمد بن حنبل ج ۱ ص ۶۷ دار الفکر بیروت)

نور ہی نور اور میت کی پرواز

بیہقی نے دلائل میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر تیار کیا اور اس پر اعلاء بن حضرمی کو کمانڈر مقرر کیا' میں نے بھی اس جنگ میں شرکت کی' جب ہم واپس ہوئے تو ان کا انتقال ہو گیا۔ ہم نے ان کو دفن کر دیا' جب دفن سے فارغ ہوئے تو ایک شخص آیا اور کہا کہ یہ زمین مردوں کو قبول نہیں کرتی ہے' پھینک دیتی ہے۔ ایک دو میل کے فاصلہ پر دفن کر دو تو اچھا ہے۔ ہم نے ان کو نکالنا شروع کر دیا' اب جب لحد تک پہنچے تو وہ وہاں نہ تھے اور قبر حد نگاہ تک وسیع تھی اور تمام قبر نور سے منور تھی۔ ہم نے اسی طرح مٹی ڈال دی اور واپس آ گئے۔

ابوالحسن بن بشران نے اپنی سند سے عبدالعزیز بن ابی دارد سے بیان کیا کہ مکہ میں ایک عورت ہزار بار تسبیح پڑھتی تھی' جب وہ مر گئی تو لوگ اس کو قبر کے قریب لے گئے' قبر کے قریب پہنچتے ہی میت پرواز کر گئی' کوئی بھی نہ دیکھ سکا۔ (شرح الصدور)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا

روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں' اور فرمایا کہ سب انبیاء اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں (یہ منظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کے سفر کے دوران ملاحظہ فرمایا تھا)۔

(حوالہ دیکھئے: صحیح مسلم)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں قبر سے آوازِ تلاوت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ناواقفیت کی بناء پر کسی قبر پر اپنا خیمہ نصب کر دیا' لیکن جیسے ہی سب لوگ اکٹھے ہو کر بیٹھے' قبر کے اندر سے سورہ ملک کی تلاوت کی آواز سنائی دینے لگی' جب تک پوری سورت ختم نہ ہوئی سب لوگ کان لگائے بیٹھے رہے۔

حضرت ثابت بنانی کا قبر میں نماز پڑھنا

حضرت جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ قسم اللہ وحدہ لاشریک لہ کی کھا کر کہتے ہیں کہ میں نے ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ کو اُن کی لحد میں رکھا اور میرے ساتھ حمید طویل بھی تھے جب ہم نے ان پر کچی اینٹیں چنیں تو ایک اینٹ گر پڑی' میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے' عطاء فرمایا ہے تو مجھ کو بھی عطاء کیجئے' سو خدا تعالیٰ نے ان کی دعا رد نہیں فرمائی (بلکہ جیسا موسیٰ علیہ السلام کو یہ دولت عطاء ہوئی ہے' اسی طرح ان کو عطاء ہوئی)۔ (اخرجہ مسلم)

(یوسف وطن ج ۲ ص ۹۳' مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ محمد علی روڈ' بمبئی)۔

اللہ کے نیک بندے قبر میں بھی تلاوتِ قرآن کرتے ہیں

(۱) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ مشہور فقیہ اور ولی اللہ احمد بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ جب وفات پا گئے تو ان کے گھر والے برابر سنا کرتے تھے کہ وہ سورہ نور کی تلاوت کر رہے تھے۔

(۲) حافظ ابن رجب کہتے ہیں کہ مجھ سے یوسف بن محمد محدث نے فرمایا: ہمارے استاد

ابوالحسن خطیب سامرہ جیسے نیک شخص نے ایک قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں ہم ہمیشہ سورۂ ملک کی تلاوت سنا کرتے تھے' مردہ اپنی قبر میں سورۂ ملک پڑھا کرتا ہے۔

(۳) ابوحماد گورکن نے بیان کیا کہ میں جمعہ کے دن جب دوپہر کو قبرستان میں گیا تو میں نے وہاں پر قبر سے تلاوت کی آواز سنی۔

شہداء کی قبر سے تلاوت کی آواز

مولانا شاہ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اخیار میں شیخ محمد ترک نارنولی رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر میں فرماتے ہیں کہ وہاں دو شہیدوں کی قبریں ہیں' ایک کو بوجہ بلندی زمین بلند شہید اور دوسرے کو بوجہ پستی زمین نشیب شہید کہتے ہیں' یہ دونوں شہداء حافظ کلام اللہ تھے۔ کہتے ہیں کہ بعض بزرگوں نے ان کی قبروں سے تلاوتِ قرآن کی آواز سنی ہے جو بطریق دور جیسے حفاظ ایک دوسرے کو سنا کر دیا کرتے ہیں' پڑھتے ہیں۔

مردے کا سنہری حروف والا قرآن پڑھنا

مفتی محمد شفیع دیوبندی نے احکام القرآن میں تحریر کیا ہے: علامہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے روض الریاحین میں بعض صالحین سے نقل کیا ہے کہ میں نے ایک شخص کی قبر کھودی اور لحد بنائی' لحد بناتے ہوئے اس کے قریب کی قبر کی ایک اینٹ گر پڑی' میں نے دیکھا کہ ایک شیخ تشریف فرما ہیں اور ان کے بدن پر سفید کپڑے لہرا رہے ہیں' ان کی گود میں ایک قرآن ہے جو سونے کا لکھا ہوا ہے۔ اور تلاوت میں مشغول ہیں' انہوں نے سر اٹھایا اور مجھ سے کہا: اللہ آپ پر رحم فرمائے' کیا قیامت قائم ہوگئی؟ میں نے کہا نہیں! تو انہوں نے کہا: اینٹ اس جگہ رکھ دو' اللہ آپ کو عافیت سے رکھے چنانچہ میں نے اینٹ رکھ دی۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۱۷ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی پاکستان)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر خوشبو سے معطر

عبدالواحد بن آدم طواویسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا

کہ ایک جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ساتھ کھڑے ہیں، میں نے سلام کیا، آپ نے سلام کا جواب دیا، میں نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم محمد بن اسمٰعیل بخاری کا انتظار کر رہے ہیں، چند دنوں کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی اطلاع پہنچی تو یہ بعینہٖ وہی وقت تھا جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا تھا۔

وفات کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی نمازِ جنازہ ادا کر کے دفن کر دیا گیا۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے کستوری کی خوشبو آنے لگی، لوگ آتے، تعجب کرتے اور قبر کی مٹی اُٹھا کر لے جاتے۔ پھر قبر کی حفاظت کے لیے چوکیدار رکھا گیا۔ لیکن لوگوں کی آمد اور مٹی اُٹھانے کا سلسلہ نہ رُکا۔ مجبوراً لکڑی کی جالی بنا کر لگا دی گئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے مخالفین یہ کرامت دیکھ کر تائب ہو گئے تھے۔

تدفین کے بعد قبر سے نہایت تیز خوشبو محسوس ہوئی، جسے مؤرخین عنبر اور مشک سے بڑھتی ہوئی قرار دیتے ہیں۔ اس خوشبو کی شہرت سن کر لوگ دور دور سے آ کر اس مٹی کو لے جاتے تھے۔ بعد میں لوگوں نے اس خطرے سے کہ کہیں قبر کی مٹی ہی ختم نہ ہو جائے، قبر کو محصور کر دیا۔ (ترجمہ جامع الصحیح البخاری ص ۴۷)

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اپنے قلم سے یوں رقم کیا ہے:

ولما صلی علیه ووضع فی حفرته فاح من تراب قبره رائحة طيبة كالمسك وجعل الناس يختلفون الى قبره مدة يأخذون من تراب قبره ويتعجبون من ذلك.

(مقدمہ فتح الباری ص ۴۹۲، بحوالہ رحمات کائنات)

ترجمہ: "جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور انہیں قبر میں رکھ دیا گیا تو قبر سے مشک و عنبر جیسی خوشبو پھیلنے لگی، لوگ قبر کی مٹی لے جاتے، سونگھتے اور اس پر تعجب کرتے۔"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی مٹی سے مشک کی خوشبو کی وجہ سے جو لوگ آپ کی قبر کی زیارت کے لیے آتے تو تبرکاً آپ کی قبر کی خوشبودار مٹی ساتھ لے جاتے' چنانچہ قبر پر گڑھا پڑ جانے کی وجہ سے رکاوٹ قائم ہو گئی' لوگ اردگرد کی مٹی لے جاتے اور اس میں بھی مشک کی خوشبو پاتے اور یہ خوشبو عرصہ دراز باقی رہی۔

حضور غوثِ پاک رضی اللہ عنہ اور دیدارِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ وعظ فرما رہے تھے کہ شیخ علی بن ھیتی سامنے بیٹھے تھے کہ انہیں نیند آ گئی۔ حضورِ غوثِ پاک منبر سے اتر آئے اور آ کر ان کے پاس باادب کھڑے ہو گئے اور حاضرین سے فرمایا: باادب خاموش رہو! کچھ دیر بعد جب شیخ علی بن ھیتی بیدار ہوئے تو جناب غوثِ پاک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے علیؒ! کیا تم نے ابھی خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی؟ بولے: جی ہاں! فرمایا: میں اسی لیے تمہارے پاس باادب کھڑا ہو گیا تھا۔ فرمایا: تم کو آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا حکم دیا؟ عرض کی کہ آپ کی مجلس میں ہمیشہ حاضر ہونے کا۔ حضرت شیخ علی بن ھیتی کہتے ہیں: جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا' جناب غوثِ پاک رضی اللہ عنہ نے بیداری میں اس کا ملاحظہ کیا۔ (زبدۃ الآثار واشعۃ اللمعات)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ میرے پاس ایک فریادی نے درخواست کی' میں اس وقت کے سلطان کے پاس جا کر اس کی سفارش کروں' تو اس کو میں نے جواب دیا کہ میرے بھائی میں پچھتر (۷۵) بار حضرت سلطان الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں بالمشافہ زیارت بابرکت سے مشرف ہو چکا ہوں۔ سوتے اور جاگتے میں آپ سے بعض احادیث کی صحت کے بارے میں دریافت کر چکا ہوں۔ مجھے خدشہ ہے کہ اگر میں نے تمہاری سفارش کی تو پھر مجھے زیارت نصیب نہ ہو گی اور میں اس شرف کو شرف سلطان پر ترجیح دیتا ہوں۔

(سعادت الدارین ص ۴۲۷ میزان الشریعۃ الکبریٰ)

پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دیدارِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

پیر صاحب گولڑہ شریف حضرت پیر مہر علی شاہ قدس سرہ العزیز ایک مرتبہ حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے۔ اس زمانہ میں سواری کا خاطر خواہ انتظام نہ تھا۔ جب وادی حمراء پہنچے تو تمام حاجی تھک چور تھے، جاتے ہی لیٹ گئے۔ کسی نے نماز پڑھی، کسی نے نہیں پڑھی۔ پیر صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے عشاء کی نماز کے صرف فرض پڑھے اور سونے کا ارادہ کیا۔ دیکھا کہ حبیب خالقِ اکبر ساقیٔ کوثر صلی اللہ علیہ وسلم پاس سے گزر رہے ہیں، جب بالکل قریب پہنچے تو میری طرف سے پردہ کر لیا، میں دوڑ کر آگے بڑھا اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ سے کیا غلطی ہوئی جو التفات نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب آپ ہی ہماری سنتیں چھوڑیں گے تو باقی لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ یہ سن کر پیر صاحب پر گریہ طاری ہوگئی۔ دوبارہ عشاء کی پوری نماز پڑھی اور یہ مشہور نعت کہی:

اَج سِک متراں دی ودھیری اے
کیوں دلڑی اُداس گھنیری اے

ترجمہ: آج محبوب کی محبت کی کسک زیادہ محسوس ہو رہی ہے، معلوم نہیں آج یہ ننھا سا دل کیوں اتنا اداس ہے۔

لوں لوں وچ شوق چنگیری اے
اج نیناں لائیاں کیوں جھڑیاں

ترجمہ: میرے رُوئیں رُوئیں میں شوقِ محبت موجزن ہے، آج آنکھوں نے کیوں برسات کی جھڑیاں لگا دی ہیں۔

اور آخر میں آپ نے کہا

سبحان اللہ ما اجملک
ما احسنک ما اکملک

کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء
گستاخ اکھیاں کتھے جا لڑیاں

ترجمہ: سبحان اللہ! کیا شان ہے آپ کے جمال کی' کیا شان ہے آپ کے حسن کی' کیا شان ہے آپ کے ہمہ صفت موصوف ہونے کی۔ کہاں مہر علی اور کہاں آپ کی تعریف وتوصیف' ان آنکھوں نے آپ کو بالمشافہ دیکھنے کی گستاخی کا ارتکاب کیا ہے۔

امام اہلِ سنت اور دیدارِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

امام اہل سنت مولانا الشاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن زبردست عاشقِ رسول تھے' متبحر عالم تھے' کم وبیش پچاس علوم پر دسترس رکھتے تھے۔ علماء حرمین طیبین نے آپ کو چودھویں صدی کا مجدد کہا' آپ فنافی الرسول کے اعلیٰ منصب پر متمکن تھے۔ بار بار مدنی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تھے۔

دوسری بار جب مدینہ پاک حاضری ہوئی تو بیداری میں زیارت کی حسرت لیے مواجہ شریف میں پوری رات حاضر ہوکر درود پاک کا ورد کرتے رہے' پہلی رات کی قسمت میں یہ سعادت نہ تھی' دوسری رات آ گئی مواجہ شریف میں حاضر ہوئے اور وردِ فراق سے بے تاب ہوکر ایک نعتیہ غزل پیش کی' جس کے چند اشعار یہ ہیں:

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں
ہر چراغ مزار پر قدسی
کیسے پروانہ وار پھرتے ہیں
اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں
مانگتے تاجدار پھرتے ہیں

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے شیدا ہزار پھرتے ہیں

(اعلیٰ حضرت نے ازراہِ تواضع اپنے آپ کو شیدا کی جگہ کتا لکھا تھا) آپ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں درود و سلام پیش کرتے رہے' آخر راحت العاشقین مراد المشتاقین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عاشقِ حقیقی کے حالِ زار پر کرم فرمایا۔ انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور...... قسمت انگڑائی لے کر اُٹھ بیٹھی' نقابِ رُخ اُٹھ گیا' خوش نصیب عاشق نے عین بیداری کے عالم میں اپنے محبوب کا چشمانِ سر سے دیدار کر لیا۔

شربت دید نے اور آگ لگا دی دل میں
تپش دل کو بڑھایا ہے بجھانے نہ دیا
اب کہاں جائے گا نقشہ ترا میرے دل سے
تہ میں رکھا ہے اسے دل نے گمانے نہ دیا

غازی علم دین شہید اور دیدارِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

عاشق خیر الوریٰ غازی علم الدین شہید ۳ دسمبر ۱۹۰۸ء بروز جمعرات لاہور میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام طالع محمد تھا جو بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ لاہور میں رجپال نامی ایک کتب فروش تھا جس کی دوکان پر بالعموم آریہ سماج کی مذہبی کتابیں فروخت ہوتی تھیں اس کی دوکان انارکلی سے ملحق تھی۔ اس نے ایک دل آزاد کتاب ''رنگیلا رسول'' (نعوذ باللہ) شائع کی جس کو ڈے اے وی کالج کے پروفیسر چھپاوتی نے لکھا تھا' مگر کتاب پر مصنف کا نام تحریر نہیں تھا۔ پھر عدالتِ عالیہ نے بھی ظالموں کا ساتھ دیا تو ۲۷ ستمبر ۱۹۲۷ء کو لاہور کے غیور شیر فروش خدا بخش نے راجپال پر قاتلانہ حملہ کیا مگر حملہ ناکام رہا اور اسے سات سال کی سزا ہو گئی۔ کوہاٹ سے عبد العزیز نامی شخص آیا اور اس نے راجپال کو فی النار کرنے کے لیے اپنی سمجھ کے مطابق اس پر ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۷ء کو حملہ کر کے اس کا سرتن سے جدا کر دیا مگر وہ راجپال کا ملعون دوست چندر داس نکا' عدالت سے عبد العزیز کو ۱۴

سال کی سزا ہوئی۔ آخرکار ٦ اپریل ۱۹۲۹ء کو یہ سعادت علم الدین شہید کے حصہ میں آئی۔ علم الدین شہید نے راجپال ملعون کی دکان میں گھس کر اس کے دو ملازموں، دو ہندو سپاہیوں اور ایک سکھ حوالدار جو اس کی دکان پر حکومت کی جانب سے تعینات تھے کے سامنے دن دہاڑے اپنا خنجر اس کے سینے میں پیوست کر کے اس کو جہنم رسید کر دیا۔ قائداعظم نے مقدمہ کی پیروی کی مگر سزائے موت بحال رہی۔ غازی علم الدین شہید کی جان بچانے کے لیے مسلمانوں نے بہت کوشش کی، اس زمانے میں جب گھی ۵ے پیسے سیر، چینی روپیہ کی چار سیر، گندم روپیہ کی مَن بکتی تھی اس مقدمہ پر ۱۸ ہزار روپے خرچ آیا جو مسلمانوں نے بطور چندہ جمع کیا تھا۔ ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء کی صبح میانوالی جیل میں غازی علم الدین شہید کو پھانسی دے دی گئی اور نو بجے جیل کے حکام نے شہید کے جسدِ خاکی کو بغیر جنازہ پڑھے جیل ہی میں دفن کر کے پہرہ لگا دیا۔

حکومت کی اس حرکت پر بالخصوص پنجاب کے مسلمان بپھر گئے اور سخت ہنگامہ آرائی شروع ہوگئی، مجبور ہو کر شہادت کے ۱۳ دن بعد میت قبر سے نکالی گئی جو بالکل صحیح سالم اور تروتازہ تھی، جسم مبارک کو جست کے صندوق میں رکھ کر اسپیشل ٹرین کے ذریعے لاہور لایا گیا۔ ۱۴ نومبر ۱۹۲۹ء بروز جمعرات دن ۱۰ بجے شمع رسالت کے اس پروانہ کا جنازہ اس شان سے اُٹھایا گیا کہ لاہور نے اس سے پہلے ایسا جنازہ نہ دیکھا تھا۔ جنازہ کا جلوس پانچ میل لمبا تھا۔ تقریباً چھ لاکھ مسلمانوں نے جنازے میں شرکت کی جس میں پورے ہندوستان کے ہر صوبے کے مسلمان شامل تھے۔ جنازہ کی کیفیت دیدنی تھی۔ فضا خوشبوؤں سے معطر تھی، جنازہ جدھر سے گزرتا پھولوں کی بارش ہونے لگتی، صندوق پر سیاہ چادر تھی جس پر اشعار لکھے ہوئے تھے۔ ہر شخص وفور جذبات کی تصدیق بنا ہوا تھا، لحہ شہادت کی پکار فضا میں گونج رہی تھی اور ہزاروں باآواز بلند دعائیہ کلمات پڑھ رہے تھے۔ چارپائی جس پر صندوق تھا، اس کے ساتھ لمبے لمبے بانس باندھ دیئے گئے تھے بانسوں سے لوگوں نے اپنی پگڑیاں باندھ دی تھیں جس کو ہزاروں لوگوں نے تھام رکھا تھا۔ ساری

فضا کلمہ شہادت، تکبیر، غازی علم الدین شہید زندہ باد، اسلام زندہ باد کے نعروں سے تو نج رہی تھی۔ اس زمانے میں پرانی انارکلی اور چوبرجی کے درمیان کھیت ہوتے تھے۔ بارہ بجے ملتان روڈ پر یونیورسٹی گراؤنڈ کے قریب نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ پھر چوبرجی سے میانی صاحب کے قبرستان تک آدھ میل کا راستہ ڈیڑھ گھنٹے میں طے ہوا۔ قبر مولانا ظفر علی خان نے اپنی نگرانی میں بنوائی بعد ازاں علامہ اقبال اور مولانا دیدار علی شاہ الوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دست ہائے مبارک سے اس عاشقِ رسول اور حرمتِ رسول کے فداکار کو سپردِ خاک کر دیا۔ جنازہ میں پنجاب کے چوٹی کے تمام علماء و مشائخ شامل تھے۔

۱۳۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء صبح قیدی نمبر ۱۰۵ یعنی غازی علم الدین شہید کو میانوالی جیل میں پھانسی دے دی گئی۔ شہید کی اس آخری رات میانوالی جیل کے اندر اور باہر سخت پہرہ تھا اور نواب دین وارڈن جیل چاق و چوبند ہاتھوں میں بندوق لیے عالمِ اضطراب میں قیدی نمبر ۱۰۵ کی کال کوٹھڑی کے کبھی اس طرف اور کبھی اس طرف چکر لگا رہا تھا۔ اس کی نظریں بار بار اس قیدی پر مرکوز ہو جاتی تھیں جو نمازِ عشاء کے بعد سے تلاوت میں مشغول تھا۔ اسی اثناء میں کئی بار اس قیدی کی جبین سجدہ ریز ہوئی۔ عجب نظارہ تھا کہ اندھیری رات میں بھی اس کا چہرہ پر نور صاف دکھائی دے رہا تھا۔ صبح کی اذان میں ابھی کچھ دیر باقی تھی، نواب دین کو ایک لمحہ کے لیے اونگھ آ گئی مگر اس نے فوراً آنکھیں کھول دیں اور اس قیدی کی طرف بغور دیکھنے لگا لیکن کال کوٹھڑی سے وہ قیدی ایک لمحہ میں غائب ہو چکا تھا۔ نواب دین نے بندوق کو بغل میں دبا کر پریشان نظروں اور لرزتے ہاتھوں سے کال کوٹھڑی کے مضبوط تالے کو جھنجھوڑ کر دیکھا۔ تالا بند تھا اور دیواروں میں کوئی شگاف بھی نہ تھا۔ خوف، اندیشے اور وسوسے اس کے ذہن پر مسلط ہو گئے اور عالم حیرانی و پریشانی میں اس کی آنکھیں قیدی کو ادھر ادھر تلاش کرنے لگیں، اس کی نگاہ ایک بار پھر کال کوٹھڑی کی طرف اٹھ گئی جہاں اب اندھیرے کی جگہ نور کا سیلاب آیا ہوا تھا اور وہی قیدی فرش پر خشوع و خضوع سے بیٹھا عرش بریں کی طرف نگاہیں اٹھائے خاموشی کی زبان میں کسی

سے ہم کلام تھا۔ نواب دین کا بیان ہے کہ کال کوٹھڑی بقعۂ نور بن چکی تھی اور ایک نورانی صورت بزرگ مصلے پر بیٹھے ہوئے قیدی نمبر ۱۰۵ کے سر پر دست شفقت پھیر رہے تھے۔ نواب دین ان کی زیارت کے لیے کوٹھڑی کی سلاخوں کے قریب آیا ہی تھا کہ وہ مہمان بزرگ غائب ہو گئے، بس قیدی رہ گیا۔ جو تسبیح و تہلیل میں مستغرق تھا اور جس کو علی الصبح تختہ دار پر لٹکایا جانا تھا۔ (یہ خوش بخت انسان نبی کائنات، نبی اوّل الزمان و آخر الزمان تاجدارِ حرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت کر رہا تھا۔ یہی نہیں بلکہ آپ اس پر انتہا درجہ شفقت فرما رہے تھے)۔ سبحان اللہ سچ ہے ؎

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

(ماہنامہ حکایت لاہور، اکتوبر ۱۹۷۸ء، حیات امیر شریعت از جانباز مرزا ص ۱۰۰-۱۰۲)

ہماری چند دیگر مطبوعات

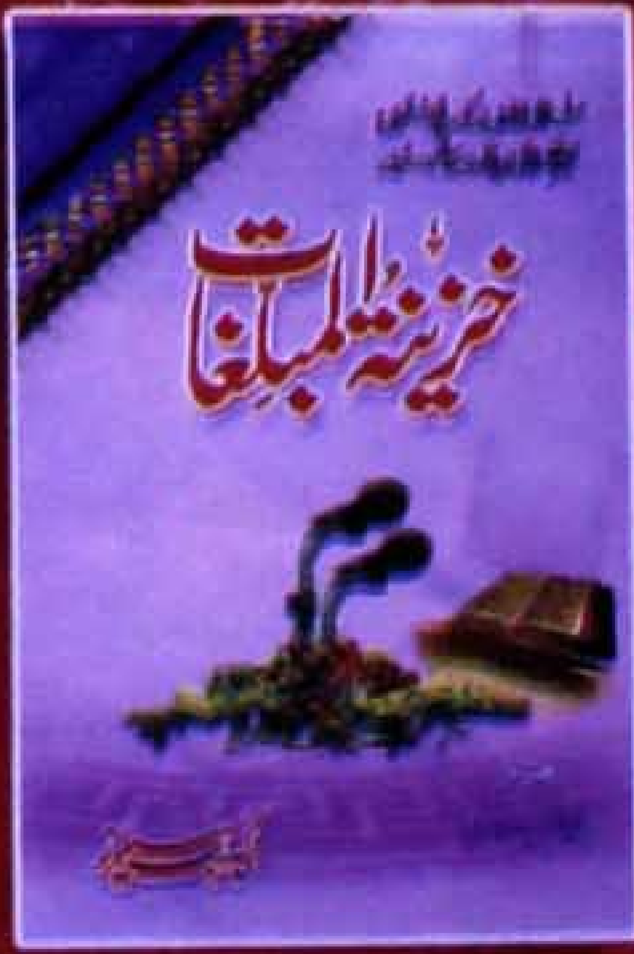

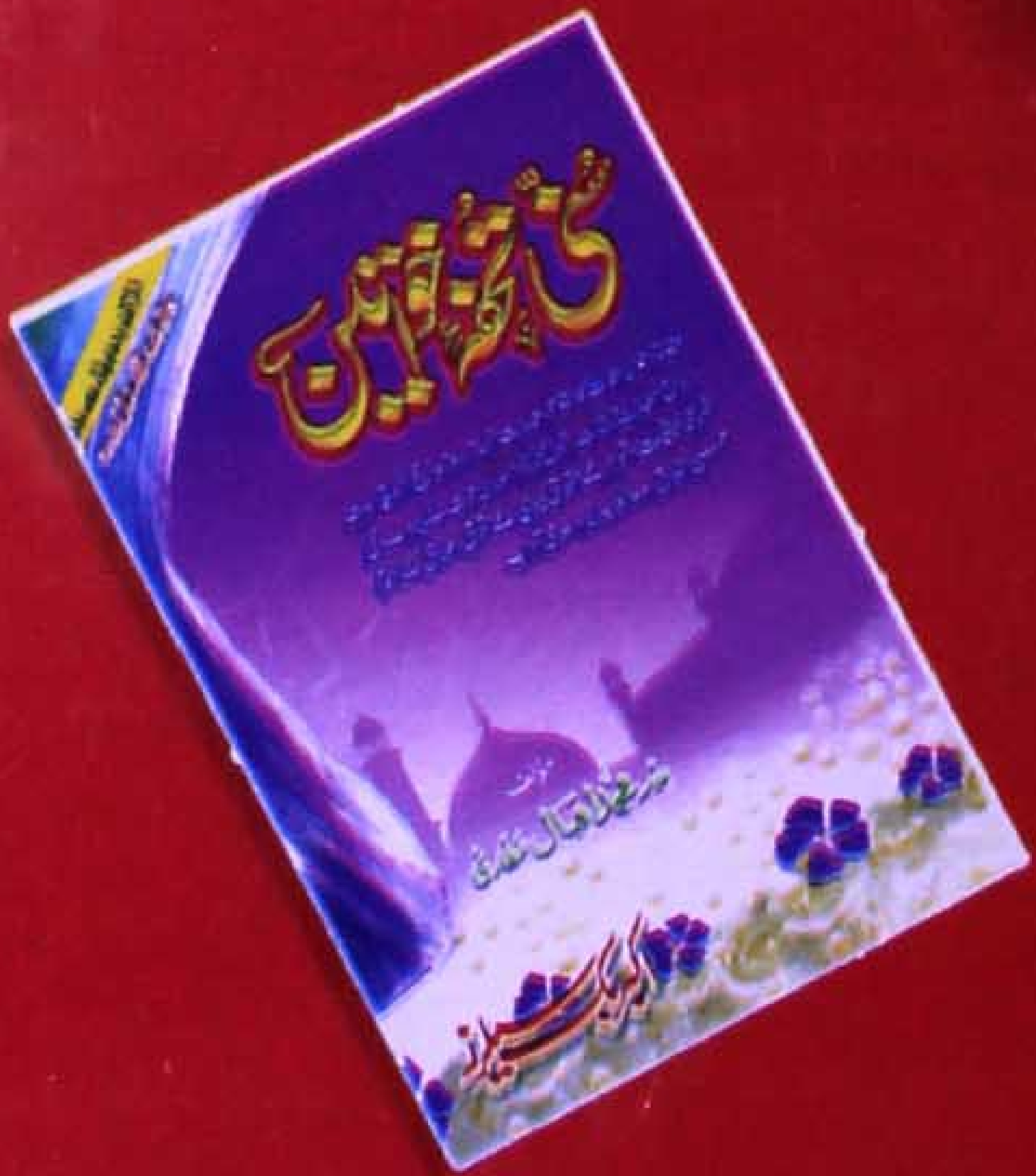

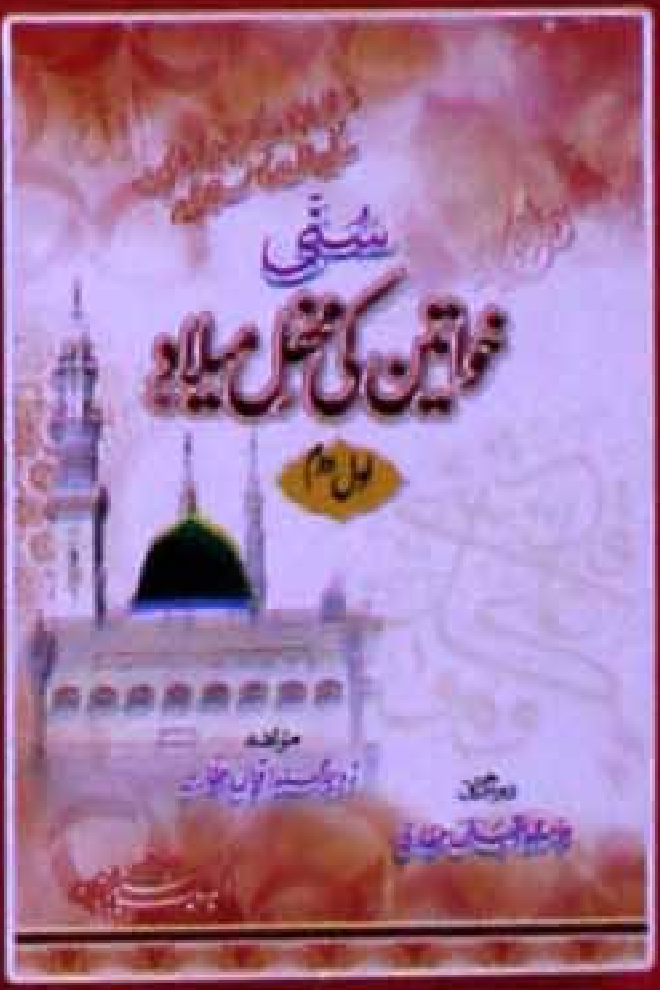

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اُردو بازار لاہور Ph: 042 - 37352022